جمعۃالمبارک 22 اکتوبر2021ء | 15 ربیع الاول 1443 ہجری قمری | 22 اخاء 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:251

ارشاد باری تعالیٰ

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۳﴾ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۵﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ﴿۶﴾

(العلق: 2تا6)

ترجمہ: پڑھ اپنے ربّ کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو ایک چمٹ جانے والے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ، اور تیرا رب سب سے زیادہ معزّز ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

فرمان خلیفہ وقت

ہمارے بچے عموماً ماشاء اللہ بڑی چھوٹی عمر میں قرآنِ کریم ختم کر لیتے ہیں۔جن کی ماؤں کو زیادہ فکر ہوتی ہے کہ ہماری اولاد جلد قرآنِ کریم ختم کرے وہ اُن پر بڑی محنت کرتی ہیں۔ یہاں بھی اور مختلف ملکوں میں جب مَیں جاتا ہوں تو وہاں بھی بچوں اور والدین کو شوق ہوتا ہے کہ میرے سامنے بچوں سے قرآنِ کریم پڑھوا کر اُن کی آمین کی تقریب کروائیں۔ لیکن مَیں نے دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ قرآنِ کریم ختم کروانے کے بعد پھر اُن کی دہرائی اور بچے کو مستقل قرآنِ کریم پڑھنے کی عادت ڈالنے کے لئے عموماً اتنا تردّد اور کوشش نہیں ہوتی جتنی ایک مرتبہ قرآنِ کریم ختم کروانے کے لئے کی جاتی ہے۔ کیونکہ مَیں جب پوچھتا ہوں کہ تلاوت باقاعدہ کرتے ہو یا نہیں (بعضوں کے پڑھنے کے انداز سے پتہ چل جاتا ہے) تو عموماً تلاوت میں باقاعدگی کا مثبت جواب نہیں ہوتا۔ حالانکہ ماؤں اور باپوں کو قرآنِ کریم ختم کروانے کے بعد بھی اس بات کی نگرانی کرنے چاہئے اور فکر کرنی چاہئے کہ بچے پھر باقاعدہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے کی عادت ڈالیں۔ پس اپنی فکریں صرف ایک دفعہ قرآنِ کریم ختم کروانے تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ بعد میں بھی مستقل مزاجی سے اس کی نگرانی کی ضرورت ہے۔ یقیناً پہلی مرتبہ قرآنِ کریم پڑھانا اور ختم کروانا ایک بہت اہم کام ہے۔ بعض مائیں چار پانچ سال کے بچوں کو قرآنِ کریم ختم کروا دیتی ہیں اور یقیناً یہ بڑا محنت طلب کام ہے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا کہ مستقل مزاجی سے اسے جاری رکھنا اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ گزشتہ دنوں ایک خاتون کا مجھے خط ملا جس میں میری والدہ کا ذکر تھا اور لکھا کہ ایک بات جو انہوں نے مجھے کہی اور آج تک میں اس پر اُن کی شکر گزار ہوں کہ ایک دفعہ میں اپنی بچی یا بچے کو لے کر گئی جس نے قرآنِ کریم ختم کیا تھا تو مَیں نے بڑے فخر سے انہیں بتایا کہ اس بچے نے چھ سال کی عمر میں قرآنِ کریم ختم کرلیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ چھ سال یا پانچ سال میں قرآنِ کریم ختم کرنا تو اتنے کمال کی بات نہیں ہے۔ مجھے تم یہ بتاؤ کہ تم نے بچے کے دل میں قرآنِ کریم کی محبت کتنی پیدا کی ہے؟ تو حقیقت یہی ہے کہ قرآنِ کریم پڑھانے کے ساتھ ہی قرآنِ کریم کی محبت پیدا کرنی بھی ضروری ہے۔ اور تبھی بچے کو خود پڑھنے کا شوق بھی ہوگا۔ اور جس زمانے اور دَور سے ہم گزر رہے ہیں جہاں بچوں کے لئے متفرق دلچسپیاں ہیں۔ ٹی وی ہے، انٹرنیٹ ہے، دوسری کتابیں ہیں۔ ان دلچسپیوں میں بچے کا خود صبح باقاعدہ تلاوت کرنا اور پڑھنا اُسے قرآنِ کریم کی اہمیت کا احساس دلائے گا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 دسمبر 2011ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

● دنیا ہے چار دن کی (منظوم)
● اسلامی اصطلاحات کا برمحل استعمال
● میری پیاری امی، مقبول بیگم نصرت
● شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم کے متعلق

فرمانِ رسول ﷺ

پہلی وحی کی کیفیت

امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سب سے پہلے حضور ﷺ کو سچی خوابیں آنے لگیں۔ جو خواب بھی آتی وہ نمودِ صبح کی طرح روشن اور صحیح نکلتی۔ حضور ﷺ کو خلوت پسند تھی اور غار حرا میں جا کر عبادت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کچھ سامان اپنے ہمراہ لے جاتے۔ جب ختم ہو جاتا تو دوبارہ گھر آکر کھانے پینے کا سامان لے جاتے۔ اسی اثناء میں آپ ﷺ کے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا پڑھو! آپ ﷺ نے کہا میں نہیں پڑھ سکتا۔ فرشتہ نے آپ کو سختی سے دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھو! حضور ﷺ نے کہا: میں نہیں پڑھ سکتا۔ فرشتہ نے دوسری مرتبہ دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھو! حضور ﷺ نے کہا: میں نہیں پڑھ سکتا۔ تیسری دفعہ فرشتہ نے پھر دبایا اور چھوڑ دیا اور کہا اپنے اس پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے انسان کو پیدا کیا۔ پڑھو درآنحالیکہ تیرا رب عزت والا اور کرم والا ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ گھر واپس آئے۔ آپ ﷺ کا دل لرز رہا تھا۔ اپنی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہؓ کے پاس آکر کہا مجھے کمبل اوڑھا دو۔ چنانچہ انہوں نے کمبل اوڑھا دیا۔ جب آپ ﷺ کی گھبراہٹ جاتی رہی تو حضرت خدیجہؓ کو سارا واقعہ بتایا اور اس خیال کا اظہار کیا کہ میں اپنے متعلق ڈرتا ہوں (کہ میں یہ اہم کام کر بھی سکوں گا یا نہیں۔) اس پر حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی رسوا نہیں ہونے دے گا۔ آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کو اٹھاتے ہیں، جو خوبیاں معدوم ہو چکی ہیں ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مہمان نواز ہیں، ضروریات حقہ میں امداد کرتے ہیں۔

(ماخوذ از صحیح بخاری، کتاب کیف کان بدأ الوحی الیٰ رسول اللہ ﷺ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

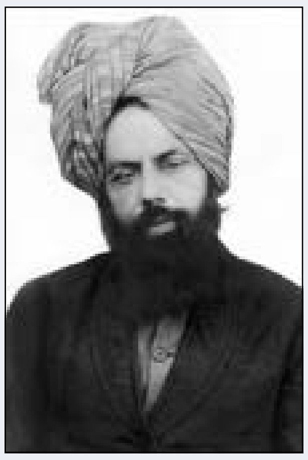

اعجاز کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے

’’خاتم النبییّن کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے۔ بجائے خود چاہتا ہے اور بالطّبع اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکُتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجُود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجُود ہیں۔

کیونکہ کلام الٰہی کے نزُول کا عام قاعدہ اور اصُول یہ ہے کہ جس قدر قوت قدسی اور کمال باطنی اس شخص کا ہوتا ہے۔ جس پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے اسی قدر قوت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قُدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ اس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائِف سے اُس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے جہاں تک کوئی دُوسرا کلام نہیں پہنچا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوت قُدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور تمام مقاماتِ کمال آپؐ پر ختم ہو چکے تھے اور آپؐ انتہائی نُقطہ پر پہنچے ہوئے تھے اس مقام پر قرآن شریف جو آپؐ پر نازل ہوا کمال کو پہنچا ہوا ہے اور جیسے نبوّت کے کمالات آپؐ پر ختم ہو گئے اسی طرح پر اعجاز کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے۔ آپ خاتم النّبیین ٹھہرے اور آپ کی کتاب خاتم الکُتب ٹھہری۔ جس قدر مراتب اور وجُوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں۔ ان سب کے اعتبار سے آپ کی کتاب انتہائی نُقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔

یعنی کیا باعتبار فصاحت و بلاغت، کیا باعتبار ترتیب مضامین، کیا باعتبار تعلیم، کیا باعتبار کمالاتِ تعلیم، کیا باعتبار ثمراتِ تعلیم، غرض جس پہلُو سے دیکھو اسی پہلُو سے قرآن شریف کا کمال نظر آتا ہے اور اس کا اعجاز ثابت ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے کسی خاص امر کی نظیر نہیں مانگی۔ بلکہ عام طور پر نظیر طلب کی ہے۔ یعنی جس پہلُو سے چاہو مقابلہ کرو۔ خواہ بلحاظ فصاحت و بلاغت، خواہ بلحاظ مطالب و مقاصد، خواہ بلحاظ تعلیم، خواہ بلحاظ پیشگوئیوں اور غیب کے جو قرآن شریف میں موجُود ہیں۔ غرض کسی رنگ میں دیکھو، یہ معجزہ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 36۔ 37 ایڈیشن 1984ء)

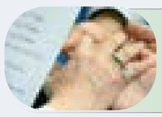

دربارِ خلافت

سچے عاشق

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت مولوی سکندر علی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن قادیان میں آ کر رہنے سے پہلے بندہ یہاں آیا ہوا تھا۔ (یہ مستقل رہائش سے پہلے ایک دن یہاں آئے تھے) صبح سیر کے لئے حضرت اقدس تشریف لے گئے تو بندہ بھی ساتھ ہو لیا۔ کہتے ہیں بھینی بانگر کے مقابلے پر بسراواں والے راستے جارہے تھے کہ راستے میں جناب نے فرمایا کہ جو لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کو چھوڑ نہیں سکتے، جن کے چھوڑنے سے کوئی ناراض نہیں ہوتا، جیسے حقہ نوشی، افیم، بھنگ، چرس وغیرہ تو ایسا آدمی بڑی باتوں کو کس طرح چھوڑ سکے گا جس کے چھوڑنے سے ماں باپ، بھائی برادر، دوست، آشنا ناراض ہوں۔ جیسے مذہب کی تبدیلی۔ (یعنی احمدیت قبول کرنا کس طرح برداشت کریں گے۔ اس کے بعد تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں) اگر ان چھوٹی تکلیفوں کو برداشت نہیں کر سکتے تو بڑی تکلیفیں کس طرح برداشت کرو گے؟ کہتے ہیں کہ بندہ اُس وقت حقّہ پیا کرتا تھا۔ اسی جگہ سنتے ہی قسم کھالی کہ حقّہ نہیں پیوں گا تو اس طرح حقہ چھوٹ گیا۔ پہلے میں زور لگا چکا تھا اور نہیں چھوٹا تھا۔ (تو یہ وہ تعلق اور محبت تھی جس نے مجبور کیا کہ اس برائی سے جان چھوٹ گئی)۔

(رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 1 صفحہ 18-19 روایت مولوی سکندر علی صاحبؓ)

حضرت شکر الٰہی صاحب احمدی بیان کرتے ہیں کہ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ابھی بچہ ہی تھا، عمر تقریباً بارہ یا تیرہ سال کی ہو گی۔ دین سے بالکل بے بہرہ تھا۔ غالباً پرائمری کی کسی جماعت میں گورداسپور ہائی سکول میں تعلیم پایا کرتا تھا۔ اُس وقت مولوی عبدالکریم مخالف پارٹی کا مقدمہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اصحاب کے ساتھ ہائی سکول کے شمال کی جانب بالکل متصل تالاب تحصیل والے کے رونق افروز ہوا کرتے تھے اور خاکسار مدرسہ چھوڑ کر آپ کی رہائش کے پاس کھڑا رہتا تھا اور آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھتا رہتا تھا۔ ایک آپ کے عاشق صادق کا نام بچہ ہونے کے باعث میں نہیں جانتا، لیکن یہ کہتے ہیں اس بات پہ مجھے حیرت تھی کہ ایسے ایک عاشق صادق تھے آپ کے کہ اُن کے دائیں ہاتھ میں بڑا پنکھا پکڑا ہوا ہوتا تھا اور بڑے زور سے ہلاتے رہتے تھے۔ (دیر تک کھڑا رہتا، اُن کو دیکھتا رہتا اور پنکھا اسی ہاتھ میں رہتا اور وہ چلاتے رہتے۔ حیران ہوتا کہ ہاتھ تھکتے نہیں ہیں)۔ ہلاتے بھی آہستہ نہ تھے بلکہ بڑے زور سے جیسے بجلی کے کرنٹ زور سے ہلاتی ہے۔ کیونکہ موسم گرمیوں کا تھا۔ دوبارہ سہ بارہ آتا اور اُسی صاحب کو دیکھتا رہتا کہ کیا جادو ہے۔ پنکھا بڑا ہے اور سارا دن ایک ہی ہاتھ سے ہلا رہے ہیں۔ مگر اب معلوم ہوا ہے کہ وہ سچے عاشق تھے۔

(رجسٹر روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد 3 صفحہ 113 روایت شکر الٰہی صاحب)

حضرت محمد خان صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے اپنے وطن میں رمضان المبارک کے مہینے میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس دفعہ قادیان میں جا کر روزے رکھوں اور عید وہیں پڑھ کر پھر اپنی ملازمت پر جاؤں۔ اُن دنوں میں ابھی نیا نیا ہی فوج میں جمعدار بھرتی ہوا تھا۔ (یہ فوج میں جونیئر کمیشن افسر کا ایک رینک ہوتا تھا) تو میری اس وقت ہر چند یہی خواہش تھی کہ اپنی ملازمت پر جانے سے پہلے میں قادیان جاؤں تا حضور کے چہرہ مبارک کا دیدار حاصل کر سکوں اور دوبارہ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کروں۔ کیونکہ میری پہلی بیعت 1895ء یا 96ء کی تھی۔ کہتے ہیں یہ بیعت جو تھی وہ ڈاک کے ذریعے ہوئی تھی۔ نیز میرا اُن دنوں قادیان میں آنے کا پہلا موقع تھا اس لئے بھی میرے دل میں غالب خواہش پیدا ہوئی کہ ہو نہ ہو ضرور اس موقع پر حضور کا دیدار کیا جائے۔ اگر ملازمت پر چلا گیا تو پھر خدا جانے حضور کو دیکھنے کا شاید موقع ملے یا نہ ملے۔ لہٰذا یہی ارادہ کیا کہ پہلے قادیان ہی چلا جاؤں اور حضور کو دیکھ آؤں اور بعدۂ وہاں سے واپس آ کر اپنی ملازمت پر چلا جاؤں۔ میں قادیان کو جان کر یہاں آیا لیکن جونہی یہاں آ کر میں نے حضور کے چہرہ مبارک کا دیدار کیا تو میرے دل میں یکلخت یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر مجھ کو ساری ریاست کشمیر بھی مل جائے تو بھی میں آپ کو چھوڑ کر قادیان سے باہر ہرگز نہ جاؤں۔ یہ محض آپ کی کشش تھی جو مجھے واپس نہ جانے پر مجبور کر رہی تھی۔ میرے لئے آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر قادیان سے باہر جانا بہت دشوار ہو گیا۔ یہاں تک کہ مجھے آپ کو دیکھتے ہی سب کچھ بھول گیا۔ میرے دل میں بس یہی ایک خیال پیدا ہو گیا کہ اگر باہر کہیں تیری تنخواہ ہزار روپیہ بھی ہو گئی تو کیا ہو گا؟ لیکن تیرے باہر چلے جانے پر پھر تجھ کو یہ نورانی اور مبارک چہرہ ہرگز نظر نہ آئے گا۔ میں نے اس خیال پر اپنے وطن کو جانا ترک کر دیا اور یہی خیال کیا کہ اگر آج یا کل تیری موت آ جائے تو حضور ضرور ہی تیرا جنازہ پڑھائیں گے جن سے تیرا بیڑا پار ہو جائے گا۔ اور اللہ بھی راضی ہو جائے گا۔ اور قادیان میں ہی رہنے کا ارادہ کر لیا۔ میرا

بقیہ صفحہ 7 پر

دنیا ہے چار دن کی

مومن اسیر جس میں، دنیا وہ آشیانا
کافر کے واسطے گو جنّت ہے یہ ٹھکانا

دنیا کی عیش و عشرت میں رات دن لگانا
دنیا کو جیتنے میں سانسوں کا ہار جانا

ہرگز نہیں ہے کافی کلمہ زباں سے پڑھنا
تقویٰ پہ ہو کے قائم، صالح عمل دکھانا

ممکن ہے زندگی میں گرچہ خطا کا ہونا
توبہ سے کام لینا، نیکی کی اور آنا

رنج و الم تلے جب یہ زندگی ہو بوجھل
اک نسخہ آزمانا، سجدوں میں گڑگڑانا

تیری بھی زندگی کی منزل وہی ہے ثاقبؔ!
دنیا ہے چار دن کی پھر قبر ہے ٹھکانا

ثاقبؔ محمود

ہالووین کا تہوار

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس ضمن میں جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بہر حال اس برائی کا جو آج کل مغرب میں ان دنوں میں بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے اور آئندہ چند دنوں میں منائی جانے والی ہے، اُس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ یہ halloween کی ایک رسم ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ احمدی بھی بغیر سوچے سمجھے اپنے بچوں کو اس میں شامل ہونے کی اجازت دے دیتے ہیں، حالانکہ اگر اس کو گہرائی میں جا کر دیکھیں تو یہ عیسائیت میں آئی ہوئی ایک ایسی بدعت ہے جو شرک کے قریب کر دیتی ہے۔ چڑیلیں اور جنّ اور شیطانی عمل، ان کو تو بائبل نے بھی روکا ہوا ہے۔ لیکن عیسائیت میں یہ راہ پا گئی ہیں کیونکہ عمل نہیں رہا۔ عموماً اس کو fun سمجھا جاتا ہے کہ بس جی بچوں کا شوق ہے پورا کر لیا۔ تو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر وہ کام چاہے وہ fun ہی سمجھا جائے جس کی بنیاد شرک یا کسی بھی قسم کے نقصان کی صورت میں ہو اس سے احمدیوں کو بچنا چاہئے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 29 اکتوبر 2010ء)

طاہر فاؤنڈیشن

اسلامی اصطلاحات کا برمحل استعمال

از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ

حضورؒ فرماتے ہیں:

یہ بچے کا حق ہے ماں باپ کے اوپر کہ اس کو ایک تو یہ سکھایا جائے کہ جو سامنے ہے وہی کھائے اور ہر طرف کھانے میں ہاتھ نہ مارتا پھرے اور دوسرے ہمیشہ بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھ کر کھانا شروع کرے۔ یہ بِسۡمِ اللّٰہِ کی عادت اگر بچپن میں نہ ڈالی جائے تو پھر بعد میں پڑنی بہت مشکل ہے۔ اس لئے بچپن ہی سے بِسۡمِ اللّٰہِ کی عادت ڈالنا بہت ہی ضروری ہے۔ اور 'اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا'۔ کہتے ہیں میں نے اس نصیحت کو پلے باندھ لیا اور ساری عمر پھر کبھی پلیٹ میں ادھر اُدھر ہاتھ نہیں دوڑائے اور جو میرے سامنے ہوتا تھا وہی کھاتا تھا اور دائیں ہاتھ سے کھاتا تھا اور بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھ کر کھاتا تھا۔ بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بِسۡمِ اللّٰہِ سے کھانا حلال ہو جائے گا بلکہ محض اللہ کو یاد کرنا ہے کہ اللہ کے حکم سے ہمیں یہ سب کچھ عطا ہوا ہے، اس کی نعمتیں ہیں۔ بعض لوگوں کو بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنے کی ایسی عادت ہوتی ہے کہ وہ شراب پر بھی بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھ لیتے ہیں۔ تو شراب ان کی بِسۡمِ اللّٰہِ سے مسلمان نہیں ہو سکتی نہ اس بِسۡمِ اللّٰہِ کا ان کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے بلکہ گستاخی ہے یہ بِسۡمِ اللّٰہِ۔ کئی دفعہ سیاسی لوگوں سے مجھے واسطہ پڑا ہے بچپن میں، جوانی میں اور میں نے خود دیکھا ہے کہ ایک صاحب کو، اب اس کا نام بتانا مناسب نہیں وہ اپنے لیڈر کو کہہ رہا تھا، وہ اس کو شراب پیش کر رہا تھا۔ وہ اس کو کہہ رہا تھا سائیں بِسۡمِ اللّٰہِ کرو، بِسۡمِ اللّٰہِ کرو۔ کہ پہلے تم بِسۡمِ اللّٰہِ کرو، شروع کرو پھر میں بھی شروع کرتا ہوں۔ اب جو مرضی بزرگ بنتے پھریں میں نے جو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ میں صحیح بیان کر رہا ہوں۔

(خطبات طاہر جلد 19 خطبہ جمعہ 11 فروری 2000ء)

☆حضورؒ فرماتے ہیں:

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں کوئی شخص کھانا کھانے لگے تو پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لے یعنی بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھے اور اگر شروع میں بھول جائے تو یاد آنے پر بِسۡمِ اللّٰہِ فِیۡ اَوَّلِہٖ وَاٰخِرِہٖ پڑھے۔''

(جامع ترمذی، ابواب الاطعمہ باب ماجاء فی التسمیۃ علی الطعام حدیث نمبر 858)

تو بِسۡمِ اللّٰہِ کی عادت بھی بچپن ہی سے ڈالی جائے تو پڑتی ہے۔ ورنہ بڑے ہو کر بسا اوقات لوگ بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنا بھول جاتے ہیں اور اگر کھاتے وقت یاد آ جائے تو پھر یہ ضرور پڑھنا بِسۡمِ اللّٰہِ فِیۡ اَوَّلِہٖ وَاٰخِرِہٖ۔ اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ میں کھانا کھاتا ہوں۔ اس سے پہلے بھی جب کھانا شروع کیا تھا تیرے ہی نام سے کھانا کھایا تھا اور کھانا ختم ہونے پر بھی تیرا ہی بابرکت نام لیتا ہوں۔

صحیح مسلم کتاب الاشربہ میں وَھْب بن کَیْسان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عمر بن ابو سلمہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

''میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں تھا۔ میرا ہاتھ پلیٹ میں ادھر اُدھر جاتا تھا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچے اللہ کا نام لو (بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھو) اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اور اپنے سامنے سے کھاؤ (ہر طرف ہاتھ نہ دوڑاتے پھرو)۔''

(خطبات طاہر جلد 19 خطبہ جمعہ 19 مئی 2000ء صفحہ 316)

☆حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ ایک ملاقات کے پروگرام میں ایک سائل نے سوال کیا۔

سائل: حضور! جماعت احمدیہ میں ہر سورۃ سے پہلے جو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہے۔

حضور: جماعت احمدیہ میں یہ ہے صرف

سائل: غیر احمدیوں میں نہیں ہے۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو وہ پہلی آیت نہیں تصور کرتے۔

حضور: یہ کہیں نا پھر۔ یہ کیوں کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہے۔

سائل: ہر سورۃ کے شروع میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہے۔

حضور: ہر قرآن کریم میں خواہ وہ احمدیوں کا ہو خواہ غیر احمدیوں کا ہو۔ ہر ایک میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ صرف احمدیوں کے قرآن کریم میں ہوتی ہے۔ باقی جگہ نہیں ہوتی۔ صرف شمار کی بات ہے۔ یہ کہیں کہ جماعت احمدیہ بِسۡمِ اللّٰہِ کو پہلی آیت کیوں شمار کرتی ہے۔

سائل: جی حضور! میرا یہ سوال نہیں۔ سوال یہ کہ جب امام تلاوت کرتا ہے تو وہ پہلی آیت بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو جہری طور پر نہیں پڑھتا۔

حضور: یہ جو مسئلہ ہے آئمہ فقہ کے اختلاف سے پیدا ہوا ہے۔ حضرت امام شافعی اونچی آواز میں پڑھتے تھے۔ اس لئے تمام عرب جو اکثر شافعی ہیں ان کو آپ دیکھیں گے۔ ان سب سے پوچھیں یہ سب بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھتے ہیں وہاں۔ اونچی آواز میں۔ صرف امام ابو حنیفہ اور بعض اور نے اونچی آواز میں نہیں پڑھا اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ اس کو شمار نہیں کرتے حصہ بلکہ اس لئے نہیں پڑھتے وہ کہتے ہیں کہ اس کا جہر کرنا ضروری نہیں کیونکہ یہ ایسا لازمی حصہ ہے۔ کہ for granted ہے۔ سمجھ گئے ہیں۔ میں ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ اگر بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھی جائے تو اچھی بات ہے۔ لیکن چونکہ جماعت کا ایک مسلک چلا آ رہا ہے اس میں تبدیلی مناسب نہیں سمجھتا میں۔ کیونکہ دل میں پڑھ لیتے ہو تو ہو جاتا ہے۔ صرف جہر کا مسئلہ ہے چھوٹا سا۔۔۔ عموماً رائج مسلک یہ تھا کہ اگر قرآن کریم کی تلاوت بیچ میں شروع کی جائے بِسۡمِ اللّٰہِ نہ پڑھو۔ سمجھے ہیں۔ اس لئے وہاں بِسۡمِ اللّٰہِ نہیں پڑھی جاتی تھی۔ لیکن یہ کہ کسی سورت کی شروع ہی سے تلاوت ہو رہی ہو اور بِسۡمِ اللّٰہِ نہ پڑھی گئی ہو یہ الگ مسئلہ ہے۔۔۔ تو یہ چھوٹی چھوٹی الجھنیں ہیں جن کے نتیجے میں فروعی مسائل پیدا ہوئے ہیں اگر تمام آئمہ کو قطعی طور پر یہ روایت پہنچ ہوتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سورتوں کا آغاز کرتے ہوئے بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھا کرتے تھے یا سورۃ فاتحہ پڑھتے وقت بِسۡمِ اللّٰہِ اونچی آواز میں پڑھا کرتے تھے۔ پھر یہ مسئلہ ہی نہ کھڑا ہوتا۔

(ملاقات پروگرام مورخہ 16-06-1995 صفحہ 123-122)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَلۡحَمۡدُ دو طرح سے پڑھا جاتا ہے ایک فاعلی حالت میں اور مفعولی حالت میں۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کا ایک مطلب یہ ہے کہ کامل حمد اللہ ہی کے لئے ہے اور کسی پر سجتی نہیں۔ جتنا مرضی تم زور لگا لو الحمد کا مضمون خدا کے سوا کسی اور ذات پر صادق ہی نہیں آ سکتا۔ ایک یہ معنی بھی ہے اور دوسرا یہ کہ خدا کے سوا کوئی حمد کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتا۔ حمد وہ جو خدا کرے ورنہ بندے کی حمد کی کیا قیمت ہے اور کیا حیثیت اور کیا حقیقت ہے؟ نہ وہ حقیقت میں عالم الغیب ہے اور نہ عالم الشہادہ ہے۔ دھوکے کی دنیا میں رہتا ہے، خود کو دھوکے دے رہا ہے۔ لوگوں کے دھوکوں اور فریبوں کا شکار رہتا ہے۔ اس لئے کسی کی حمد کسی انسان کے لئے کچھ بھی معنی نہیں رکھتی۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ ہاں حمد ہو تو خدا کی حمد ہو جس کی خدا حمد کرے۔

(خطبات طاہر جلد 12 خطبہ جمعہ 12 مارچ 1993ء صفحہ 196)

☆حضورؒ فرماتے ہیں:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے جسم کے ہر حصہ پر صدقہ ہوتا ہے۔ ہر تسبیح صدقہ ہے، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہنا صدقہ ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا صدقہ ہے، تکبیر کہنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔''

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاۃ الضحیٰ نمبر 671)

اب اس میں غریبوں کے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری ہے۔ جو ضرورت پڑنے پر صدقہ نہیں دے سکتے، توفیق ہی نہیں ہوتی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نیکی کی جو غریب سے غریب انسان کر سکتا ہے بلکہ وہ زیادہ کرتا ہے اس کو صدقہ قرار دے دیا۔ ہر تسبیح صدقہ ہے، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کہنا صدقہ ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا صدقہ ہے، تکبیر کہنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ تمہارے جسم کے ہر حصے پر صدقہ ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک خاص اہمیت والی نصیحت ہے کہ انسان کے جسم کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی اگر بیکار ہو جائے اور کام چھوڑ دے تو سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ گردے کو دیکھ لو گردہ جب کام چھوڑ دے تو سارا جسم بیکار اور ناکارہ ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ چھوٹی سی بیماری کے ساتھ بھی انسان کو اتنی تکلیف پہنچتی ہے کہ سارے جسم کو ایک عذاب لگ جاتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں بتائی ہیں وہ غریب سے غریب آدمی بلکہ عام طور پر غرباء زیادہ کرتے ہیں اور صدقے کا ایک نیا مفہوم سمجھا دیا ہمیں کہ یہ اچھی باتیں کرنا بھی صدقہ اور بری باتوں سے روکنا بھی صدقہ ہے۔

(خطبات طاہر جلد 18 خطبہ جمعہ 15 اکتوبر 1999ء صفحہ 594)

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ

حضورؒ فرماتے ہیں:

۔۔۔۔۔اس دفعہ تو میں نے بہت غور کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ جو پرانا رواج تھا نعرۂ تکبیر ایک طرف سے بلند ہوتا تھا اور ایک آدمی کہتا تھا نعرۂ تکبیر اور دوسرے کہتے تھے اَللّٰہُ اَکۡبَرُ۔ میں نے غور کیا ہے نہ یہ رواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے ثابت ہے۔ میں نے بڑے غور سے رجسٹر روایات کا اوّل سے آخر تک مطالعہ کیا ہے ایک بھی شہادت نہیں ملی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ایک طرف سے ایک اٹھ کے کہا کرتا تھا نعرۂ تکبیر اور دوسری طرف سے آواز آتی تھی اَللّٰہُ اَکۡبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کی آواز تو آجاتی تھی مگر دبی دبی سی دلوں سے اٹھتی ہوئی آواز۔ جب ایک انسان مجبور ہو تو کہہ دیتا ہے اَللّٰہُ اَکۡبَرُ، اَللّٰہُ اَکۡبَرُ تو اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کے بغیر تو ہماری زندگی ہی کوئی نہیں۔ یہ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کی آوازیں جہاں تک ممکن ہے دبی آواز سے بلند کیا کریں۔ اگر بے اختیار ہو کر اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کی آواز بلند بھی ہو جاتی ہے تو اس سے کوئی شکوہ نہیں۔

(خطبات طاہر جلد 18خطبہ جمعہ 15اکتوبر 1999ء صفحہ 504)

☆ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ لوگ بلند آواز سے اَللّٰہُ اَکۡبَرُ، اَللّٰہُ اَکۡبَرُ کہنے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’اے لوگو! اپنے نفسوں پرمیانہ روی کو وارد کرو کیونکہ تم نہ تو کسی بہرے کو بلا رہے ہو اور نہ ہی کسی ایسے کو جو موجود نہ ہو۔ تم تو سَمِیۡعٌ قَرِیۡبٌ کو پکار رہے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے۔‘‘

(خطبات طاہر جلد 18خطبہ جمعہ 15اکتوبر 1999ء صفحہ 761)

لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ

مجلسِ عرفان میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے سوال کیا گیا کہ بچپن سے سنتے آئے ہیں کہ اگر شیطان ورغلانے کی کوشش کرے تو لَاحَوۡل پڑھنا چاہئے۔ لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ۔ قرآن کریم میں ’’اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ‘‘ ہے۔ ان میں سے بہتر نسخہ کون سا ہے؟

حضورؒ: تَعَوُّذ جو ہے وہ ہے قرآن کریم میں۔ ’’لَاحَوۡل‘‘ حدیثوں میں تو بہت ہے۔ قرآن کریم میں ’’حَوۡل‘‘ نہیں ہے۔ ’’قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ‘‘ یہ تو قرآن کریم میں ہے۔ تو ’’حَوۡل‘‘ لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ ملایا ہے۔ یہ بتانے کے لئے کہ صرف قوت کی بات نہیں۔ خدا کے سوا کوئی حول سے تمہیں نجات نہیں دے سکتا۔ قوت مثبت چیز ہے اور حول منفی چیز ہے۔ ’’قُوَّةَ بِاللّٰہِ‘‘ میرے ذہن میں یہی آرہا تھا کہ میں نے پڑھا ہوا کہ قرآن کریم میں کہیں ذکر ہے۔ ’’لَاحَوۡلَ‘‘ نہیں ہے صرف ’’قُوَّةَ‘‘ ہے۔ تو اولیت تو بہرحال تَعَوُّذ کو ہی ہوگی۔ جس کا قرآن کریم میں واضح طور پر ذکر ہے۔ دونوں پڑھ لیا کریں آپ کا حرج کیا ہے؟

(مجلسِ عرفان مؤرخہ 28 جنوری 2000ء صفحہ 272)

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

ایک مجلس عرفان میں سوال کیا گیا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کہتے ہیں تو ہمیں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کیوں کہنا ہوتا ہے؟

حضورؒ: اس لئے کہ یہ دعا ہے آنحضرت ﷺ کے حق میں اور اس دعا کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شمار رحمتیں اور سلامتیاں رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوں۔ اگر آپ یہ دعا نہ کریں تو وہ پھر بھی نازل ہونی ہی ہونی ہیں لیکن آپ کے دل میں جو یہ جذبہ ہے کہ میں دعا کروں وہ اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آپ پر بہت احسان ہے۔ ساری امت پر قیامت تک کے لئے ہر انسان پر احسان ہے۔ جس پر کوئی احسان کیا جائے وہ اور کچھ نہیں تو دعا تو دیتا ہے نا۔ پس درود پڑھنا اس بات کی علامت ہے ایک انسان کو اس بات کا شعور ہے احساس ہے کہ مجھ پر ایک احسان کرنے والے نے بہت احسان کئے ہیں۔ اس لئے میں کچھ اور نہیں تو دعا ہی دے دوں۔ تو دعا سے رسول اللہ ﷺ کو ویسے فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ آپؐ کو پہلے ہی بے شمار برکتیں ملتی ہیں مگر جو دعا بھیجنے والا ہے اس کو فائدہ پہنچتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کے نزدیک ایک شریف اور شکر گزار انسان سمجھا جاتا ہے۔

(مجلس عرفان مؤرخہ 24 مئی 1997ء)

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

بعض لوگ بڑے دردناک خط لکھتے ہیں کہ ہم پر تو ابتلاؤں کا ایک دور آ گیا ہے کل فلاں فوت ہوا آج فلاں فوت ہوگیا، اب فلاں کی بیماری کی خبر ملی ہے اور یہ سلسلہ جو ہے وہ ایک سال سے یا دو سال سے ہم پر ابتلاؤں کا جاری ہے۔ کبھی حادثات کا کوئی شکار ہوگیا تو مجھ سے پوچھتے ہیں ہم کیا کریں۔ ان کو میں یہی کہتا ہوں کہ اِنَّا لِلّٰہِ جو ہے وہ صرف گنوانے کے مضمون میں نہ پڑھا کریں کہ ہاتھ سے چیز جاتی رہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اِنَّہٗ لِلّٰہِ جو مرنے والا ہے وہ اللہ کا تھا اس لئے چلا گیا یہ سکھایا اِنَّا لِلّٰہِ ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کے جانے والے ہیں وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

تو ان کے لوٹنے کا غم کرنے کی بجائے اپنے لوٹنے کی فکر کیا کرو۔ یہ سوچا کرو کہ تم ایسی حالت میں تو نہیں لوٹو گے کہ خدا کے بنے بغیر چلے جاؤ واپس۔ جو مرنے والے تھے وہ تو اپنا حساب لے کر حاضر ہو گئے اگر ان کی خاطر تم واویلا کر کے خدا کو بھی ہاتھ سے گنوا بیٹھو تو اِنَّا لِلّٰہِ کیسے پڑھو گے اور اگر واویلا کرو گے تو وہ تو آ ہی نہیں سکتے، ناممکن ہے، خدا جا سکتا ہے۔ تو یہ دوٹوک بات ہے اس کے سوا تمہارا چارہ ہی کوئی نہیں ہے۔ جو مرضی کر لو، سر پیٹتے رہو ساری عمر، چھاتیاں پیٹو مگر جانے والا واپس نہیں آئے گا تم ضرور جاؤ گے۔ ایسی حالت میں نہ جاؤ کہ جانے والا تمہیں وہاں بھی نہ ملے کیونکہ تم خدا کو گنوا بیٹھے ہو تو اس کے سوا اور کوئی حل ہی نہیں ہے اس کا۔ اگر اس مضمون پر انسان غور کرے تو تکلیف ہوتی ہے مگر تکلیف پر اس کا ردعمل ایک مثبت ردعمل ہوگا وہ ضائع نہیں ہو سکتا بلکہ ہر ایسی تکلیف جس کو خدا کی خاطر وہ برداشت کرتا ہے اس کے لئے بھی جزائے خیر پر منتج ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے کئی گناہ جھاڑ دیتا ہے، کئی گناہوں کی پردہ پوشی فرماتا ہے کئی ایک سے اعراض فرما دیتا ہے اور پھر اصلاح فرما دیتا ہے اس کی۔ یہ بہت سے فوائد ہیں کو کہ کسی کھوئی ہوئی چیز کے وقت جو ردعمل انسان میں پیدا ہوتا ہے اس سے وابستہ ہوتے ہیں اور اگر صحیح ردعمل نہ ہو تو جو کچھ ہے وہ بھی گیا۔ جو کچھ تھا وہ تو جا چکا، جو کچھ ہے وہ بھی جاتا رہے گا اور رونے پیٹنے کے سوا زندگی کسی اور کام نہیں آئے گی اور مرنے کے بعد اور بھی زیادہ رونا پیٹنا ہے۔ بڑا ہی بے وقوف ہے جو دنیا کی بے ثباتی کے مضمون کو نہیں سمجھتا۔ دو چار اوپر تلے چلے گئے تو کیا دو چار دس ہزار سال میں نکل گئے تو کیا۔ یہ قطعی بات ہے کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ہم اللہ ہی کے ہیں اسی کی طرف ہم نے جانا ہے آج نہیں گئے تو کل گئے اس لئے دوسروں کی فکر کی بجائے جب کوئی مرے اپنی فکر کیا کرو۔ یہ ہے بے ثباتی کا مضمون جو اِنَّا لِلّٰہِ نے ہمیں سکھلا دیا اور لوگ ان کی فکر کرتے ہیں اپنی نہیں کرتے۔ خطرہ ہے کہ جب تم کسی کو جاتے دیکھو تو تم بھی ضائع نہ ہو جاؤ۔ یاد رکھنا تم اللہ کے ہو اللہ ہی کی طرف سے آئے تھے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے سب سے بڑی فکر تو اپنی کرنی چاہئے۔

(خطباتِ طاہر جلد 15خطبہ جمعہ 13 ستمبر 1996ء صفحہ 722-723)

☆حضورؒ فرماتے ہیں:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ (البقرہ:157) میں ہمیں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اب جس کی طرف لوٹ کر جانا ہے اگر آپ کی صفات اس کے ہم مزاج نہ ہوں تو اس کی طرف لوٹ کر جانا ہی جہنم کا دوسرا نام ہے اور اگر آپ کی صفات اس کے ہم مزاج ہو جائیں اور آپ ان کو سمجھیں اور ان سے لذت یاب ہوں اور اتنی پیاری لگیں کہ اپنی ذات میں ان کو جاری کرنے کی کوشش کریں تو اس وقت پھر اس کی لقاء جنت بن جاتی ہے۔

(خطبات طاہر جلد 14خطبہ جمعہ 9جون 1995ء صفحہ 410)

☆حضورؒ فرماتے ہیں:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کے پیغام کو سمجھنا چاہئے۔

ہمیں یہ نصیحت ہے کہ جب کسی جان کا یا مال کا نقصان ہو تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھیں۔ اس کا پیغام بالعموم لوگ سمجھتے نہیں اور بالعموم رجحان یہ ہوتا ہے کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ اس چیز پر پڑھا جا رہا ہے جو چیز ہاتھ سے ضائع ہو گئی یا نکل گئی حالانکہ یہ اِنَّا لِلّٰہِ اپنے اوپر پڑھا جاتا ہے خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اِنَّہٗ لِلّٰہِ وَاِنَّہٗۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ جو چیز تمہارے ہاتھ سے نکلی ہے وہ اللہ کی تھی وہ اللہ کی طرف لوٹنی ہی تھی پھر کیا غم ہے فرماتا ہے یہ پڑھا کرو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ہم اللہ کے ہیں اور لازماً اس کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ پس ہر موت انسان کو زندگی کا پیغام دے رہی ہوتی ہے کوئی نقصان کا پیغام نہیں دے رہی ہوتی ہے اگر آپ اِنَّا لِلّٰہِ کے پیغام کو سمجھ جائیں تو دراصل یہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ مرنے والے پر نہیں بلکہ زندہ رہنے والے پر پڑھا جا رہا ہے۔ وہ خود اپنے اوپر پڑھ رہا ہے اور اپنے آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ تو چلا گیا جس نے جانا تھا اس نے خدا کی تقدیر کے سامنے سر خم کر دیا لیکن میں نے بھی جانا ہے اس کی تیاری کے وقت ختم ہو چکے ہیں اور یہ کچھ بھی نہیں کر سکتا لیکن میرے لئے ابھی کچھ وقت باقی ہے۔ پس وہ انجام جس کو آپ اپنی آنکھوں کے سامنے غیب کی صورت میں دیکھ رہے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ آپ کو یہ متوجہ کرتا ہے یہ تمہارا بھی انجام ہو گا ایک دن تم بھی اس طرح جان دے رہے ہو گے یا دے چکے ہو گے اور لوگ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھ رہے ہوں گے اور ان بچاروں کو غفلت کی حالت میں پتا نہیں ہو گا کہ یہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ اس پر تو نہیں بلکہ ہمیں اپنے اوپر پڑھنا چاہئے پس اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کا پیغام یہ ہے کہ اے خدا! ہم سمجھ گئے ہم نے اس حقیقت کو پا لیا

کہ ہم تیرے ہی ہیں تجھ سے ہی وجود میں آئے تھے لِلّٰہِ کا مطلب صرف یہ نہیں کہ تیرے ہیں بلکہ یہ ہے کہ تجھ سے ہی پیدا ہوئے، تیری ہی ذات حقیقی اور دائمی ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں جو کچھ وجود میں آتا ہے وہ تجھ سے وجود میں آتا ہے اور جو خالق ہے وہی مالک بھی ہوا کرتا ہے۔ پس اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ میں یہ ساری باتیں شامل ہیں کہ اے خدا! ہم اس لئے تیرے ہیں کہ تیرے ہی سے وجود میں آئے ہیں تو نے عدم سے ہمیں وجود کی خلعت بخشی اور ہمارا تجھ سے جدائی کا سفر ایک دن ختم ہو جائے گا اور پھر لوٹ کر تیری ہی طرف واپس آئیں گے۔ تجھ سے الگ رہ کر جو ہماری زندگی کا عرصہ گزرا اس عرصہ میں ہم نے جو کچھ پایا کیا اس کا جواب ہم نے تجھے دینا ہے اور کس کیفیت میں جدائی کا یہ عرصہ گزرا اس کیفیت کی طرف اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ آپ کو متوجہ کر رہا ہے اور آپ کو خبردار کر رہا ہے۔ کیا خدا کے ہوتے ہوئے اور خدا کا رہتے ہوئے آپ نے خدا سے علیحدگی کا یہ وقت گزارا یا غیروں کا بن کر یہ وقت گزارتے رہے اگر اس عرصہ میں غیر کے ہو گئے تو پھر کس منہ سے خدا کی طرف واپس جائیں گے۔ یہ پیغام ہے جس کو ہر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھنے والے کو سمجھنا چاہئے اور اس کے نتیجہ میں اپنے اندر کچھ پاک تبدیلیاں کرنی چاہئیں۔سب سے پہلے تو یہ شعور بیدار ہونا چاہئے کہ ہم اس دنیا میں جس کے مرضی ہو چکے ہوں حقیقت میں ہم خدا کے ہیں وہی مالک ہے۔ نہ ہم اپنی بیوی کے، نہ اپنی بہن کے، نہ ماں کے، نہ باپ کے نہ بچوں کے جس کے ہیں اسی کی طرف جائیں گے اور جب وہ بلائے گا تو ہمیں اختیار نہیں ہے کہ نہ کرسکیں تو ہم جب دوسروں کے بنتے ہیں تو کیا دوسروں کے بنتے ہوئے خدا کو چھوڑ تو نہیں دیتے؟ کیا خدا سے تعلق قطع کر کے غیروں کے تو نہیں بن رہے؟ اگر ایسی حالت میں غیروں کے بن رہے ہیں تو جب آپ خدا کی طرف جائیں گے تو غیر بن جائیں گے غیر ہو کر جائیں گے اور اس صورت میں آپ خدا کے سامنے جواب دہ بھی ہوں گے اور محاورے کے مطابق فی الحقیقت اسے منہ دکھانے کے لائق نہیں رہیں گے۔ پس ہر موت سے زندگی کا ایک پیغام ملتا ہے اور ہر موت سے ہمیں زندگی کا پیغام حاصل کرنا چاہئے۔ اگر ایک مرنے والا اپنے پیار کرنے والوں کو زندہ کر جائے تو کتنی مبارک موت ہے۔ اگر ان کے اندر زندگی کا ایک شعور بیدار کر جائے اور ان کو یاد دلایا جائے کہ تم نے وہیں آنا ہے جہاں میں جا رہا ہوں لیکن تیاری کر کے آنا۔ اگر مجھ سے غفلت کی حالت میں کچھ دن بسر ہو گئے تو میرے لئے بخشش کی دعا مانگنا لیکن خود اس بات کو خوب باہوش طرح ذہن نشین کر کے رکھنا کہ میں نے بھی آخر خدا کی طرف لوٹنا ہے اس کے سامنے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے یہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کا جو پیغام ہے یہ بہت ہی زندگی بخش ہے اور موت سے زندگی حاصل کرنے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بکثرت اور بار بار نصیحت فرمائی ہے۔ آپ کے ملفوظات میں بھی اور کتب میں بھی عام تحریرات میں بھی یہ بات کثرت سے ملتی ہے کہ موت سے سبق سیکھو اور ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھو کہ تم نے خدا کے حضور حاضر ہونا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ نظم کہ

اک نہ اک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

(درثمین صفحہ 157)

یہی مفہوم پیش کر رہی ہے اور یہی توجہ دلا رہی ہے کہ اپنے مرنے کی تیاری رکھو۔

بعض دفعہ نوجوان یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی لمبی زندگی پڑی ہوئی ہے بڑا وقت ہے۔ کچھ دیر دنیا کی عیش کر لیں بعد میں دیکھی جائے گی لیکن موت کی تو خبر ہی کوئی نہیں، اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ خدا جب چاہے جس کو چاہے بلا لے اس لیے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کا پیغام سمجھنے کے بعد اس دعا کی طرف بھی انسان کی توجہ ہوتی ہے کہ وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ

(آل عمران:194)

جو شخص موت سے باخبر رہے اُسے زندگی میں ہی ایک نئی زندگی مل جاتی ہے اور اِنَّا لِلّٰہِ کے پیغام کے سمجھنے کے نتیجہ میں ایک انسان عالم بقا میں داخل ہو جاتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ کا پیغام آپ کو موت سے ڈراتا نہیں بلکہ موت کے خوف کو مار دیتا ہے۔ اگر آپ اس پیغام کو پوری طرح سمجھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ خدا کے ہیں خدا کے ساتھ رہ رہے ہیں اور خدا کے ساتھ رہیں گے اور اسی طرف واپس جائیں گے۔ خدا تعالیٰ کے قرب کا جو دائمی احساس ہے اور اس کا ہو رہنے کا احساس ہے۔ یہ پیغام جو آپ کو ملتا ہے کہ تم اس کے ہو تو اس کے بن کر دکھاؤ یہ ایک ایسا زندگی بخش پیغام ہے جو انسان کو عالم بقا میں لے جاتا ہے۔موت کی دہلیز اس کی پہلی اور دوسری زندگی میں کوئی فرق نہیں کرتی بلکہ ایک قدم اٹھانے والی بات ہے۔ یہاں سے اُٹھا اور دوسری طرف چلا گیا لیکن یہ لوگ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتے ہیں۔ پس اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کے پیغام میں بقا کا پیغام ہے۔

میں نے اپنی بچیوں کو ان کی والدہ کی وفات پر جو باتیں سمجھائیں ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ میں نے بہت غور کیا ہے۔ مجھے موت کا کوئی ڈر خوف نہیں ہے، خدا کے حضور پیشی کا ڈر ہے لیکن موت کا ڈر کوئی نہیں۔ میرے لیے تو بالکل معمولی حیثیت ہے جس طرح آج آئے کل آئے کوئی فرق نہیں پڑتا اگر فکر ہوتی ہے تو صرف ان لوگوں کے غم کی جو پیچھے رہ جائیں گے۔ اس کے سوا مجھے موت کے تصور میں کوئی بھی اجنبیت دکھائی نہیں دیتی، کوئی بھی تکلیف دہ بات نہیں ہے جس کے نتیجے میں پریشان ہوں اور یہ جو پیغام مجھے ملا ہے یہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کے نتیجہ میں ملا ہے۔ میں نے جب اس پر غور کیا تو مجھے سمجھ آئی کہ ہم جس کے ہیں کل جب اس کی طرف لوٹیں گے تو اس وقت اس کے نہیں ہوں گے بلکہ اس لیے لوٹیں گے کہ اس کے ہیں۔ ان دو چیزوں میں فرق ہے۔ اس کی طرف لوٹ کر اُس کے نہیں ہوں گے بلکہ ہیں اس لئے لوٹیں گے اور اگر اس کے ہیں اور اس کے باوجود اس کے نہ رہے ہوں تو پھر خوف کا مقام ہے۔ پھر بہت ہی دردناک اور تکلیف دہ صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ جہاں تک لوٹنے کا تعلق ہے اس انجام کو تو کوئی ٹال ہی نہیں سکتا جو چاہے کر لے۔ بڑے سے بڑا آدمی بھی جائے گا، چھوٹے سے چھوٹا آدمی بھی جائے گا، بوڑھا، بچہ، ہر ایک نے آخر وہاں ضرور جانا ہے۔ بڑے بڑے اطباء جن امراض کے ماہر ہوتے ہیں بسا اوقات اللہ تعالیٰ کی تقدیر ان کو دکھاتی ہے کہ اصل غلبہ میرا ہی ہے اور وہ انہیں مرضوں سے مرتے ہیں جن مرضوں کی شفا میں وہ شہرت پا چکے ہوتے ہیں۔ ہمارے پاکستان کے بڑے بڑے ہارٹ اسپیشلسٹ تھے جو دل کی بیماری سے گئے۔ ان کا علم ان کے کام نہیں آسکا۔ پس شفا کا علم بھی اور دعا بھی یہ دونوں چیزیں موت کے سامنے عاجز آجاتی ہیں اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ نے جس قوت کے ساتھ اس مضمون کو ہمارے سامنے رکھا ہے اس کا اس سے تعلق ہے تب ہی موت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھا جاتا ہے۔ خدا کا ہونا ایک غالب حقیقت ہے اور ایک دائمی حقیقت ہے۔ اس کی ملکیت ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے۔ باقی سب چیزیں عارضی ہیں اور موت کا ملکیت سے تعلق ہے کیونکہ جس کی اصل ملکیت ہے وہ بالآخر نمایاں ہو کر دکھائی دے گی اور بیچ کے سب دھوکے اڑ جائیں گے جس میں انسان اپنے آپ کو خواہ عارضی طور پر خواہ مستقل طور پر مالک سمجھتا رہا۔سب ملکیتیں فنا ہو جائیں گی۔ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔قرآن کریم نے مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ کی یہی تعریف فرمائی ہے کہ

وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا یَوۡمُ الدِّیۡنِ۔ ثُمَّ مَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا یَوۡمُ الدِّیۡنِ۔ یَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَیۡـًٔا ؕ وَالۡاَمۡرُ یَوۡمَئِذٍ لِّلّٰہِ۔

(الانفطار: 18تا20)

تمہیں کیا پتہ کہ یَوۡمَ الدِّیۡنِ کیا چیز ہے۔ جب ہم مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ کہتے ہیں تو خدا فرماتا ہے کہ کبھی سوچا بھی ہے کہ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ہوتا کیا ہے۔ کیسے تمہیں سمجھائیں کہ یَوۡمِ الدِّیۡنِ کیا ہے؟ یَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَیۡـًٔا۔ کوئی ذات نہ اپنے لئے، نہ کسی اور کے لئے کسی چیز کی مالک ہوگی، کوئی جان نہ کسی جان کی مالک ہوگی، نہ کسی اور جان کی امین ہوگی نہ اپنے مالک ہوگی۔ نہ اپنے لئے کوئی امانت اپنے پاس رکھتی ہوگی۔سب کچھ خدا کی طرف لوٹ جائے گا۔صرف ایک مالک رہے گا اور وہ خدا کی ذات ہے اس کے سوا کوئی مالک نہیں رہے گا۔ جب ملکیتیں ساری فنا ہو جانے والی ہیں تو اسی کا نام موت ہے یعنی غیر اللہ کی ملکیت کی ذات میں موت شامل ہے کیونکہ وہ ملکیت دائمی ہو ہی نہیں سکتی اس لیے کسی کو ہمیشہ کی زندگی نہیں مل سکتی۔

خدا کی طرف لوٹنے کا مطلب اس کی ملکیت کا ادراک کروانا ہے یہ بتانا ہے کہ حقیقی مالک وہی ہے تم اس کی طرف لوٹو گے اور اگر آپ وہ ملکیت چوری کر چکے ہیں۔ مالک نہ ہوتے ہوئے اس کا غلط استعمال کر بیٹھے ہوں اور لوگوں کے مالک بن چکے ہوں اور ان پر ناجائز قبضے کئے ہوں۔ ان کی عزتیں ان کی جانیں ان کے اموال ان کی خوشیاں آپ کے ہاتھ میں محفوظ نہ ہوں اور آپ نے ان پر ناجائز تصرف کر لیے ہوں تو پھر جب مالک حقیقی کے سامنے پیش ہوں گے تو یقیناً جواب دہ ہوں گے۔ پس اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کے اندر بڑے گہرے بڑے تفصیلی زندگی کے پیغام ہیں اور ہر موت مومن کو یہ زندگی بخش جام پلا کر جاتی ہے۔ جب وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھتا ہے تو یہ اس کا آبِ بقا ہے جسے وہ پیتا ہے لیکن عجیب طرح لوگ پیتے ہیں کہ یہ آبِ بقا ان کو ہضم نہیں ہوتا ان کو یہ پتہ ہی نہیں کہ یہ کیا پی رہے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اس مرنے والے کے لئے زہر کا پیالہ تھا جس کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ تو گیا اور ختم ہو گیا۔ پس اس سے آگے کچھ نہیں، میں باقی ہوں، بالکل الٹ بات ہے۔ پیغام تو یہ تھا کہ تم باقی نہیں رہو گے اور عارضی طور پر کسی غلط فہمی میں بھی مبتلا نہ ہو جانا۔ یہ جانے والا اس بات کو یقینی بنا کر جا رہا ہے کہ تم بھی نہیں رہو گے آگے اور لازماً تم نے اپنے خدا کی طرف جانا ہے۔ پس اتنی قطعی حقیقت کو

بھلا دینا اور اپنی زندگی کو غفلت کی حالت میں بسر کرنا اور ظلم کی حالت میں بسر کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔

(خطبات طاہر جلد 11 خطبہ جمعہ 10 اپریل 1992ء صفحہ 262 تا 267)

☆حضورؒ فرماتے ہیں:

صبر وصلوٰۃ اور شہادت پر تسلیم و رضا کا ردّ عمل دکھانے والوں کی راہ پر ڈال ایسے لوگوں کی راہ پر ڈال جو ابتلاؤں اور نقصانات پر صبر سے کام لیتے ہیں اور تیرے حضور ہر قسم کی قربانیاں دیتے ہوئے یہ عرض کرتے ہیں کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کہ سب کچھ ہو گیا لیکن ہم بھی تو خدا ہی کے ہیں۔ ہم بھی چلے جائیں تو کچھ ہاتھ سے دینے والے نہیں ہوں گے۔ اِنَّا لِلّٰہِ ہم خدا کے تھے اور خدا کے ہیں اور ہم نے بھی تو آخر اسی کے پاس جانا ہے جہاں ہمارا سب کچھ جا رہا ہے۔

(خطبات طاہر جلد 10 خطبہ جمعہ 5 اپریل 1991ء صفحہ 298)

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ

حضورؒ فرماتے ہیں کہ

ہر ایک سے اچھی بات کہیں اور سلام کو رواج دیں۔ سلام کو رواج دینا مسلمان کو ہمیشہ اس کی حیثیت کی یاد دہانی کراتا ہے۔ جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلام کا رواج بہت ہے لیکن سلام کا رواج تو دنیا کی ہر قوم میں ملتا ہے۔ مختلف قسم کے سلام ہیں اور مختلف قسم کے آداب ہیں لیکن اسلام نے ہمیں سلام کا جو پیغام ہمیں سکھایا ہے اس کے ساتھ امن کی ضمانت شامل ہو جاتی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمہیں صرف خدا کی طرف سے سلامتی پہنچے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے تم امن میں ہو اور اس حیثیت سے میں خدا سے بھی دعا کرتا ہوں کہ وہ بھی تمہیں امن عطا کرے اور اس کی رحمت بھی تم پر ہو۔ پس مومن سے دوسرا مومن ہی نہیں بلکہ ہر مذہب والا امن میں رہتا ہے اور مومن کا سلام ہر ایک کو امن کی ضمانت دیتا ہے۔ اس ضمانت کے بہت سے تقاضے ہیں۔ آپ کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ نہ آپ کی زبان سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ آپ کے عمل سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ آپ کی نگاہ سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ آپ کے لمس سے کسی کو تکلیف پہنچے بلکہ اس کے برعکس سلام کا اگلا مضمون یہ ہے کہ اس کے دکھوں کو آپ امن میں تبدیل کرنے والے ہوں۔ یہ دونوں پہلو ہیں جو ہر احمدی کے ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئیں۔

سلام کا ایک پہلو یہ ہے کہ مجھ سے تمہیں ضرر نہیں پہنچے گا یعنی سلام کہنے والا یہ یقین دلاتا ہے کہ میری طرف سے تم امن میں ہو۔ میری طرف سے تمہیں کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ دوسرا سلام کا پہلو یہ ہے کہ تمہاری تکلیفوں کو دور کرنے کی کوشش کروں گا، تمہاری بے قراری کو قرار میں بدلوں گا، جو کچھ مجھ سے ممکن ہے میں تمہیں روحانی اور قلبی اور ذہنی سکون پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ بس یہ دوسرا پہلو ایسا ہے کہ جس میں آپ کو اپنے چاروں طرف دیکھتے رہنا چاہیے، ہوشیار رہنا چاہیے کسی بچے کو تکلیف میں دیکھیں تو اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کریں، کسی راہ ڈھونڈتے ہوئے کو پریشان دیکھیں تو آگے بڑھ کر اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ کہہ کر اپنی خدمات پیش کریں اور پوچھیں کہ اسے کیا تکلیف ہے اسے کس چیز کی ضرورت ہے۔ غرض یہ کہ محض منفی پہلو اختیار نہ کریں بلکہ مثبت پہلو بھی آگے بڑھ کر اختیار کریں۔ بعض دفعہ بعض غیروں کو جو ہمارے جلسوں میں یا کسی اور موقع پر تشریف لاتے ہیں یہ شکایت ہوتی ہے کہ جس طرح ہمارا اعزاز ہونا چاہیے تھا ویسا اعزاز ہمیں نہیں دیا گیا۔ بعض دفعہ یہ شکایت ہوتی ہے کہ ہم کسی شخص کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور اس نے جھوٹے منہ بھی نہیں پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو اور کس چیز کی ضرورت ہے، لوگ یوں ہی مصروف تھے ہم پاس سے گزرے ان کو کوئی پرواہ نہیں ہوئی کہ کون آیا ہے اور کون گیا؟ اور ایسی شکایات بعض دفعہ مختلف ممالک سے بعض غیر مسلم یا غیر احمدی مسلمان لکھ کر بھی مجھے بھیجتے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا میں کس نظر سے جماعت کو دیکھا جا رہا ہے اور کیسی کیسی اس سے توقعات کی جا رہی ہیں۔ یہ ایک پہلو سے جماعت کو ایک عظیم خراج تحسین بھی ہے یعنی جن برائیوں کی اطلاع دی جاتی ہے ان برائیوں میں بھی ایک خراج تحسین پوشیدہ ہے۔

(خطبات طاہر جلد 11 خطبہ جمعہ 10 اپریل 1992ء صفحہ 518 تا 519)

توکل

حضورؒ فرماتے ہیں:

توکل، اللہ پر کرنا، اس کی رحمانیت پر توکل کرنا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا کے ذرائع جو خدا تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں ان سے آپ منہ پھیر لیں اس لیے وہ ذرائع اختیار کرنے ہیں اور اس کے باوجود رحمان خدا کو سمجھنا ہے یا رب خدا کو سمجھنا ہے۔ جب تک آپ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکیں گے آپ کے تعلقات اپنے رب سے یا اپنے رحمان خدا سے درست ہو ہی نہیں سکتے۔ سوال یہ ہے کہ وہ تعلقات آپ کی نظر میں ادنیٰ ہیں جو دنیا کے ہیں یا اللہ سے جو رحم کی توقع ہے وہ ادنیٰ ہے اور یہ باریک فیصلہ ہر انسان اپنی ذات کے اندر کر سکتا ہے، کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ اگر کہیں دنیا کے اسباب انسان اس لئے اختیار کرتا ہے کہ میرے اللہ کا حکم ہے اور مسلسل یقین رکھتا ہے کہ ان اسباب کو پھل لگیں گے ہی نہیں جب تک خدا نہیں چاہے گا تو یہ اسباب پھر شرک نہیں ہیں، یہ عبادت بن جاتے ہیں اور اِیَّاکَ نَعۡبُدُ میں یہ داخل ہو جاتے ہیں پھر۔

۔۔۔توکل کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ کرنا تھا کر لیا لیکن آخری انحصار اے میرے اللہ! اے میرے مولا! تجھ پر ہے، بقیہ سب چیزیں کالعدم ہو گئیں، ان کی ذات میں کچھ بھی نہیں ہیں، ان میں ناقص سوچیں بھی ہیں، ناقص خیالات بھی ہیں، بے طاقتی کے اظہار ہیں، بے بسیوں کی کیفیتیں ہیں، ان سب نے ملا کر ہمیں بنایا ہے تو ہم جو کچھ کرنا چاہتے ہیں یا کرتے ہیں، وہ اس لئے کہ تو نے فرمایا ہے ورنہ انحصار ان پر نہیں۔ اس کا نام توکل ہے۔ سب کچھ کرو ساری محنتیں اٹھاؤ اس راہ میں سارے دکھ سہو لیکن توکل اللہ پر۔ اپنی کوششوں پر نہیں۔ فرمایا ان کے توکل کو خدا تعالیٰ اس طرح پورا کرتا ہے کہ محبت کے ساتھ پورا کرتا ہے کسی کا بوجھ اٹھانا ہو تو انسان ویسے بھی ذمہ داری کے خیال سے بوجھ اٹھا لیتا ہے لیکن اگر محبت سے اٹھایا جائے تو اس کی کیفیت ہی اور ہوتی ہے۔ بچوں کو بھی لوگ اٹھاتے ہیں لیکن اگر ان کو اٹھانے میں محبت شامل ہو جائے تو بچہ پہچانتا ہے اس کا مزہ ہی اس کو اور محسوس ہوتا ہے۔ عام آدمی کی گود میں بچہ کچھ اور محسوس کرتا ہے ماں کی گود میں کچھ اور محسوس کرتا ہے۔

پس محبت کے مضمون نے یہ پیغام دے دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اللہ پر توکل کرنا سیکھو پھر دیکھو کس طرح تمہارے سارے بوجھ بڑی محبت اور پیار سے اٹھالیتا ہے۔

(خطبات طاہر جلد 16 خطبہ جمعہ 28 مارچ 1997ء صفحہ 239-240)

آمین

٭حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ ملاقات کے ایک پروگرام میں سوال کیا گیا کہ

سوال: حضور! دُعا کے آخر میں آمین کہتے ہیں؟

حضور: نہیں کہنا چاہئے؟

سائل: ضرور۔

حضور: کیا سوال ہے آپ کا؟ یہودی عیسائی اور مسلمان تینوں شکلوں میں آمین Amen کہتے ہیں یہ لفظ دراصل کسی زبان سے آیا ہے۔ اور اسلام میں کیسے شامل ہوا ہے۔ یہ قرآن کریم میں کہیں تو نہیں فرمایا مگر حضورؐ نے دعاؤں میں آمین کہا ہے۔ اور بڑے واضح طور پر اور اتنی کثرت سے اس کی تائید میں احادیث ہیں کہ کوئی ایک بھی فرقہ ایسا نہیں جو آمین کے اسلامی ہونے کا انکار کر سکے لیکن صرف جہر اور خاموش پڑھنے کا فرق ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں اونچا پڑھنا چاہئے بعض کہتے ہیں نیچا پڑھنا چاہئے۔ یہ آمین یہود کے کہ جہاں تک مَیں نے دیکھا ہے بائبل سے محاورہ آیا ہے Old Testament سے قرآن مجید میں۔ ہاں Old Testament چونکہ عبرانی میں تھے اس لئے آمین لفظ وہ آمین کے بجائے Amen کہتے تھے۔ اور آمین یا Amen مجھے یاد ہے وہ لازماً عبرانی کا لفظ ہو گا کیونکہ بائبل عبرانی میں ہی نازل ہوئی ہے اور یہ لفظ بغیر ترجمہ کے اسی طرح قبول کیا گیا ہے دوسری زبان میں بھی کسی نے اس کا ترجمہ نہیں کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ Amen کے اندر یا آمین کے اندر تصور ہے جو دعا کی قبولیت کا اس کو دنیا کی سب زبانوں نے قبول کر لیا ہے۔ یہ جو قرآن کریم کے یا Old Testament کے یا New Testament کے جتنے تراجم ہوئے ہیں سب میں Amen لکھا جاتا ہے اس لئے اس میں مزید چھان بین کی ضرورت کوئی نہیں ہے کہ کیوں ایسا ہوا اور اس کا کیا مادہ ہے۔ مادہ ہو سکتا ہے الف میم، نون ہو یعنی امن کے معنی ہوں اور ان کے جو مختلف استعمالات قرآن کریم میں ہیں ان میں اللہ تعالیٰ جب مومن کہتا ہے تو امن دینے والا بھی ہوتا ہے۔ تو ہر بے چینی یا ہر بلا کے لئے انسان اگر امن مانگے تو ہو سکتا ہے یہی اس کا آغاز ہوا اس کے اندر یہی لفظ آمین استعمال کیا گیا ہو مزید اگر عبرانی میں اس کے معنی ہیں جو قبول کر کے معنی رکھتے ہوں تو وہ میرے علم میں نہیں ہے۔ ہمارے عبرانی احمدی دوست جو فلسطین میں سن رہے ہوں گے وہ پتہ کر کے بتائیں اگر کوئی ایسا معنی ہو جو قبولیت دِرخواست کے معنی رکھتا ہو تو مطلع کریں۔ میرے علم میں نہیں ہے۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ساتھ ملاقات پروگرام مؤرخہ 6 جولائی 1996ء)

رابعہ امجد

میری پیاری امی، مکرمہ مقبول بیگم نصرت

میری پیاری امی جان مکرمہ مقبول بیگم نصرت صاحبہ اہلیہ محمد رفیع جنجوعہ صاحب مرحوم مؤرخہ 18جون 2021ء بروز جمعۃ المبارک بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

امی جان صوم و صلوٰۃ کی پابند نہایت نیک سیرت بزرگ خاتون تھیں۔وفات کے وقت ان کی عمر 78برس تھی۔خدا تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ ہم نے جب ہوش سنبھالی ہم نے انکو پنجوقتہ نماز اور نماز تہجد، قرآن کریم کی تلاوت میں باقاعدہ پایا۔چندہ جات کی ادائیگی کی بے حد فکر رہتی۔سب سے پہلے چندے ادا کرتیں اور ہمیشہ اضافی چندے دیتیں۔ہر جماعتی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں۔ہمیں بچپن سے جماعتی کاموں میں حصہ لینے کی عادت ڈالی۔ہمیں باقاعدگی سے اجلاس میں شامل ہونے کے لئے بھجواتیں اور خود بھی باقاعدگی سے شامل ہوتیں۔ہمیں ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا درس دیا۔خلافت سے بے انتہا محبت کرنے والی تھیں۔بیماری اور بڑھاپے کے باوجود جب پیارے آقا کا خطبہ شروع ہوتا تو کہتیں کہ مجھے ٹی وی لاؤنج میں لے جاؤ۔قوت سماعت کمزور ہوگئی تھی لیکن کہتیں میں اپنے پیارے آقا کا چہرہ تو دیکھ سکتی ہوں اور مجھے سکون مل جاتا ہے۔پھر اپنے نواسے اور نواسیوں سے ہیڈ فون پر خطبہ لگوا کر سنتیں تا کہ اپنے آقا کی آواز بھی سن سکیں اور ان کی نصائح پر عمل کرسکیں۔

حضور نے جب لجنہ کو ترجمۃ القرآن کی طرف توجہ دینے کی تحریک فرمائی تو باقاعدہ لفظی ترجمہ یاد کرنا شروع کر دیا۔بڑھاپے اور نظر کی کمزوری کے باوجود یاد کرتیں اور اکثر کہا کرتی تھیں کہ اب یادداشت بھی کمزور ہوگئی ہے۔ترجمہ یاد رہے یا نہ رہے کوشش کر کے میں پیارے آقا کی اطاعت تو کر رہی ہوں۔اس واقعہ کا ذکر ہماری صدر صاحبہ نے محترمہ آپا طاہرہ صدیقہ صاحبہ سے بھی کیا جس پر وہ بہت خوش ہوئیں کہ 80سال کے قریب عمر ہے اور ترجمہ یاد کر رہی ہیں۔

ہماری والدہ نہایت سلیقہ مند خاتون تھیں تمام رشتہ دار ہمسائے اس بات کی گواہی دیتے کہ جس وقت بھی ان کے گھر جاؤ ہر چیز اپنی مناسب جگہ پر موجود ہوتی ہے۔ ایک تنکا بھی نظر نہیں آتا۔صفائی کا یہ معیار بہت کم نظر آتا ہے۔ ہم نے والدہ صاحبہ کو ہمیشہ والد صاحب کی خدمت اور اطاعت میں کمر بستہ دیکھا، ان کے کھانے پینے کا خیال ان کی پسند ناپسند کا خیال، درحقیقت وہ ایسی بیوی تھیں جو قرآن وسنت کی تعلیمات کے عین مطابق تھیں۔اکثر گرمیوں کی راتوں میں ہم صحن میں سو رہے ہوتے جب لائٹ چلی جاتی آنکھ کھلتی تو کیا دیکھتے ہیں کہ امی جان ہاتھ والے پنکھے سے ابو جان کو ہوا دے رہی ہوتیں۔ابو جان، امی جان سے عمر میں بیس سال بڑے تھے اور ان کو سانس کی تکلیف بھی تھی۔ ہم نے امی جان کو ابو جان کی صحت کا خیال رکھتے اور ان کی خدمت کرتے جس طرح دیکھا اس کی مثال کم ہی نظر آتی ہے۔ ابو جان کی ہر ضرورت اور خواہش کا امی جان کو پہلے ہی پتہ چل جاتا تھا۔ابو جان اکثر کہتے کہ جو بات میرے دل میں ہی ہوتی ہے اور میں کہنے والا ہوتا ہوں آپ کی امی کو پہلے ہی پتہ چل جاتا ہے۔دینی خدمات میں بھی ہمیشہ والد صاحب کی معاون و مددگار رہیں۔

امی جان کو اکثر سچی خوابیں آتیں۔انہوں نے بتایا کہ جب انکے رشتہ کی بات چل رہی تھی تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ بیمار ہیں اور ان کا علاج کرنے کے لئے ڈاکٹر صاحب گھر آئے ہیں جب رشتے کے لئے امی جان کو تصویر دکھائی گئی تو انہوں نے میری نانی جان اور نانا جان کو بتایا کہ یہ تو خدا تعالیٰ نے مجھے میری خواب میں میرے معالج کی شکل میں دکھائے تھے تو میرے نانا جان نے بڑے اطمینان سے رشتہ کیلئے ہاں کر دی۔میری والدہ صاحبہ نے ایک خواب دیکھی اور ابو جان کو سنائی۔خواب تو ٹھیک سے یاد نہیں۔ابو جان کی مولانا دوست محمد شاہد مرحوم سے گہری دوستی تھی۔ ابو جان نے یہ خواب ان کو سنائی اور ان سے تعبیر معلوم کی انہوں نے فرمایا رفیع صاحب! آپ کی اہلیہ بہت نیک خاتون ہیں اور یہ بہت مبشر خواب ہے جو کہ حال ہی میں پوری ہو چکی ہے جب خلافت جوبلی کے موقع پر پہلی دفعہ ایم ٹی اے پر برطانیہ، قادیان اور ربوہ تینوں مراکز لائیو اکٹھے دکھائے جا رہے تھے اور پیارے آقا نے خلافت جوبلی کا عہد دہرایا تھا یہی وہ نظارہ تھا جو والدہ صاحبہ نے خواب میں دیکھا تھا۔مولانا دوست محمد شاہد صاحب مرحوم نے ابو جان کو اپنی دو کتابیں دیں:

1۔ بیسویں صدی کا علمی شاہکار

2۔اقلیم خلافت کے تاجدار

اور فرمایا کہ یہ دونوں کتابیں اپنی اہلیہ کو اس مبشر خواب کے پورا ہونے کی خوشی میں میری طرف سے تحفۃً دے دیں۔

امی جان کو لمبا عرصہ سندھ میں رہنے کا بھی موقع ملا وہاں کے گوٹھ کے کئی بچوں اور عورتوں کو قرآن کریم پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی اور اکثر عورتوں کو باجماعت نماز بھی پڑھایا کرتیں۔سندھ کی عورتیں امی جان کو مولوی صاحب کہنا شروع ہوگئیں۔

امی جان کی زندگی میں کئی نشیب و فراز آئے لیکن انہوں نے صبر اور توکل علی اللہ کا عظیم نمونہ دکھایا دعاؤں پہ مکمل یقین تھا اور اکثر عورتیں ان کو دعا کے لئے کہتیں۔میری ایک سسرالی رشتہ دار ہیں وہ ہمیشہ مجھے فون کرکے کہتیں کہ رافعہ! خالہ جان کو دعا کے لئے کہنا پھر امی جان اپنا فرض سمجھ لیتیں اور دعا میں لگی رہتیں۔میری سہیلیوں اور تمام رشتہ داروں کے لئے ایسے دعا کرتیں جیسے انسان اپنی اولاد کے لئے دعا کرتا ہے۔

اپنے لئے بھی ہمیشہ دعا کرتیں کہ یا اللہ! محتاج نہ کرنا۔ چلتے پھرتے لے جانا اور یہ دعا بھی کرتیں کہ میرا آخری وقت میرے گھر میں میرے بچوں کے پاس آئے۔خدا تعالیٰ نے لفظ بہ لفظ انکی دعا سن لی صرف ایک ہفتہ طاہر ہارٹ میں داخل رہیں۔بیماری کے دوران نہایت صبر کا مظاہرہ کیا گھر آگئیں تو اگلے روز اپنے گھر میں اپنے بچوں کے ہاتھوں میں اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوگئیں۔خدا تعالیٰ نے کوئی محتاجی نہیں دکھائی۔اکثر خواہش کا اظہار کرتیں کہ جمعہ کا دن بابرکت ہوتا ہے جب میرا آخری وقت آئے تو جمعہ کا دن ہو۔خدا تعالیٰ نے یہ دعا بھی سن لی جمعہ کی نماز پر نماز جنازہ ہوئی۔وصیت کا جون تک کا چندہ ادا کر دیا ہوا تھا۔وفات کے وقت کوئی بقایا نہ تھا بلکہ اضافی تھا۔خدا تعالیٰ کے فضل سے بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب بہن بھائیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی نیک یادوں کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

خدا تعالیٰ پیاری امی جان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ (آمین)

ایک ٹھنڈک سی انہیں حاصل رہے زیرِ زمیں
آئے فردوس بریں سے قبر میں موجِ نسیم
رات دن رکھے خدا ان کو بڑے آرام سے
رات دن مدفن پہ برسے رحمتِ ربِ کریم

بقیہ: دربار خلافت...... از صفحہ 2

یہاں پر ہر روز کا یہی معمول ہوگیا کہ ہر روز ایک لفافہ دعا کے لئے حضور کی خدمت میں آپ کے در پر جا کر کسی کے ہاتھ بھجوا دیا کرتا مگر دل میں یہی خطرہ رہتا کہ کہیں حضور میرے اس عمل سے ناراض نہ ہو جائیں اور اپنے دل میں یہ محسوس نہ کریں کہ ہر وقت ہی تنگ کرتا رہتا ہے۔لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا۔ وہ اس لئے کہ ایک روز حضور نے مجھے تحریراً جواب میں فرمایا کہ آپ نے بہت ہی اچھا رویہ اختیار کرلیا ہے کہ مجھے یاد کراتے رہتے ہو جس پر میں بھی آپ کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہوں۔ان شاء اللہ پھر بھی کرتا رہوں گا‘‘۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 4 صفحہ 95-96روایت مدد خان صاحب)

حضرت محمد اسماعیل صاحبؓ ولد مولوی جمال الدین صاحب بیان فرماتے ہیں کہ مَیں قریباً بیس سال کا تھا کہ گورداسپور میں کرم دین جہلمی... کے مقدمے کا حکم سنایا جانا تھا۔ میں ایک دن پہلے اپنے گاؤں سے وہاں پہنچ گیا۔وہاں پر ایک کوٹھی میں حضور علیہ السلام بھی اترے ہوئے تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ادھر کے ایک کمرے میں بیٹھے تھے اور وہاں پر میرے والد صاحب میاں جمال الدین صاحب، میاں امام الدین صاحب سیکھوانی اور چوہدری عبدالعزیز صاحب بھی موجود تھے۔ میں نے جا کر حضور کو پنکھا جھلنا شروع کر دیا۔حضور نے میری طرف دیکھا اور میرے والد میاں جمال الدین صاحب کی طرف اشارہ کر کے مسکرا کر فرمایا کہ میاں اسماعیل نے بھی آکر ثواب میں سے حصہ لے لیا۔ حضور کا معمولی اور ادنیٰ خدمت سے خوش ہو جانا اب بھی مجھے یاد آتا ہے تو

شیخ مجاہد احمد شاستری۔ قادیان

شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم کے متعلق

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایمان افروز واقعات

بانیٔ جماعت احمدیہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے گم شدہ ایمان کو پھر دلوں میں قائم فرمایا۔ اور آپ کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں ایک گروہ نے ایمان کی حلاوت کو محسوس کیا۔ اور دنیا کے سامنے اسلامی اقدار اور اخلاق کے لازوال نمونے قائم کئے۔ آج اس مضمون میں بانیٔ جماعت احمدیہ کے مقدس صحابہ کرام یعنی اصحاب احمد کے شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم کے حوالہ سے چند ایمان افروز واقعات کا پیش کرنا مقصود ہے۔

شعائر اللہ دراصل وہ چیزیں کہلاتی ہیں جن کے مشاہدہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا شعور اور عرفان حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں درج ذیل مقامات پر ’’شعائر اللہ‘‘ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں:

البقرہ:159

المائدہ:3

الحج: 33 اور 37

ان چاروں مقامات میں شعائر اللہ سے مراد مناسک حج لئے ہیں۔ جو اللہ کی یاد دلاتے ہیں۔ جیسے بیت اللہ، صفا، مروہ۔

مناسک حج کو شعائر اللہ قرار دینے کی یہ بھی حکمت ہے کہ اس میں وہ تمام مقدس اشیاء آجاتی ہیں جن پر اسلام کی بنیاد کھڑی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ملاپ۔ اس کا شعور حاصل کرنا۔ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، قرآن کریم، قبلہ، خانہ کعبہ، صفا و مروہ، حجر اسود، عرفات، مزدلفہ، جمرات، تلبیہ، قربانی، نفس کی قربانی وغیرہ وغیرہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ رضی اللہ عنہ نے لفظ ’’شعائر‘‘ کو شعور سے لیا ہے۔ آپؓ آیت یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ (المائدہ:3) کے تحت فٹ نوٹ (foot note) میں تحریر فرماتے ہیں:

شعائر جمع ہے شعور کی یعنی وہ شعور جس سے اللہ تعالیٰ سمجھ میں آجائے وہ تعظیم والی چیزیں جیسے قرآن مجید۔ حدیث۔ بیت اللہ۔ قربانی کی اونٹنیاں ہیں یا انبیاء اور امام اور مجدّد وغیرہ مقدس حضرات۔

(قرآن کریم مترجم حضرت میر محمد سعید از درس قرآن (حضرت خلیفۃ المسیح حاجی مولوی نور الدین صفحہ 222)

اسی لئے آپ نے سورۃ البقرہ آیت 159 کا ترجمہ یوں فرمایا ہے:

’’بے شک صفا اور مروہ کے پہاڑ اللہ کی باتوں کا شعور حاصل کرنے کے لئے ہیں۔‘‘

اور سورۃ الحج آیت 37 کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

’’قربانیوں کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی باتوں کے شعور حاصل کرنے کا سبب بنایا ہے۔‘‘

شعائر اللہ کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

’’شعائر، شعیرہ کی جمع ہے اس کے معنی علامت، آیت اور نشان کے ہوتے ہیں اور عبادات کے مقررہ طریقوں کو بھی شعیرہ کہتے ہیں۔ یہاں (البقرہ آیت 159) علامت کے معنی مراد ہیں۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 305 زیر آیت البقرہ: 159)

تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام، خلفائے کرام کی تفاسیر کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ حرمت کے مہینے بھی شعائر اللہ میں داخل ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

’’پھر حرمت کے مہینے وہ بھی شعائر اللہ ہیں۔ ان سے خدا کا شعور حاصل ہوتا ہے کہ کس قدر لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد2صفحہ 74)

قربانی کے جانور (اونٹنیاں) هَدْیَ وَالْقَلَآئِدِ (وہ نذر و نیاز جو ہی کے واسطے کعبہ میں بھیجی جائیں)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

’’اسی طرح قربانیوں کے جانور ہیں کہ وہ سکھاتے ہیں کہ اسی طرح انسان کو اپنے آقا کے حضور جان دینی چاہیے۔ دنیا کے آقاؤں کے لئے جان دیتے ہیں پس دنیا و آخرت کے آقا زمین و آسمان کے مالک پر جان کیوں نثار نہ کریں۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 74)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’پھر فرماتا ہے وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ اور تو ان کو بتادے کہ قربانیوں کو ہم نے شعائر اللہ قرار دیا ہے۔ یعنی وہ انسان کو خدا تک پہنچاتی ہیں اور اُن کے ذریعہ سے دینی اور دنیوی بھلائی ملتی ہے۔ پس قربانی کے دنوں میں قربانیوں کو صف در صف کھڑا کر کے اُن پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو۔ تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے کام آئیں۔ چنانچہ جب وہ ذبح ہو کر اپنے پہلوؤں پر گر جائیں۔ تو خود بھی اُن کا گوشت کھاؤ اور صابر غریب اور مضطر غریب کو بھی کھلاؤ۔ یہ سب مال ہم نے تم کو دیا ہے تا کہ اس کو غریبوں پر خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان قربانیوں کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے جو حج بیت اللہ کے موقعہ پر کی جاتی ہیں اور بتایا ہے کہ یہ قربانیاں شعائر اللہ میں داخل ہیں اور تمہارے لئے ان قربانیوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی برکت رکھی گئی ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 53-54)

اس مختصر تمہید کے بعد آیئے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم کے چند ایمان افروز واقعات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ابتدا میں ایک روایت شعائر اللہ کے قیام کے بارے میں ایک روایت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ایک واقعہ حضرت ام المؤمنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کا بھی شامل کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان واقعات کو پڑھ کر ہمیں بھی ان شعائر اللہ کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کا استعمال

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں:

’’بیان کیا مجھ سے شیر علی صاحب نے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب نے کسی حوالے وغیرہ کا کوئی کام میاں معراج دین صاحب عمر لاہوری اور دوسرے لوگوں کے سپرد کیا۔ چنانچہ اس ضمن میں میاں معراج دین صاحب چھوٹی چھوٹی پرچیوں پر لکھ کر بار بار حضرت صاحب سے کچھ دریافت کرتے تھے اور حضرت صاحب جواب دیتے تھے کہ یہ تلاش کرو یا فلاں کتاب بھیجو وغیرہ۔ اسی دوران میں میاں معراج دین صاحب نے ایک پرچی حضرت صاحب کو بھیجی اور حضرت صاحب کو مخاطب کر کے بغیر اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ لکھے اپنی بات لکھ دی۔ اور چونکہ بار بار ایسی پرچیاں آتی جاتی تھیں۔ اس لئے جلدی میں ان کی توجہ اس طرف نہ گئی کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بھی لکھنا چاہیے حضرت صاحب نے جب اندر سے اس کا جواب بھیجا تو اس کے شروع میں لکھا کہ آپ کو اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ لکھنا چاہیے تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ بظاہر یہ ایک معمولی سی بات نظر آتی ہے مگر اس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ کو اپنی جماعت کی تعلیم و تادیب کا کتنا خیال تھا۔ اور نظر غور سے دیکھیں تو یہ بات معمولی بھی نہیں ہے کیونکہ یہ ایک مسلّم سچائی ہے کہ اگر چھوٹی چھوٹی باتوں میں ادب و احترام اور آداب کا خیال نہ رکھا جاوے تو پھر آہستہ آہستہ بڑی باتوں تک اس کا اثر پہنچتا ہے اور دل پر ایک زنگ لگنا شروع ہو جاتا ہے علاوہ ازیں ملاقات کے وقت اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہنا اور خط لکھتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ لکھنا شریعت کا حکم بھی ہے۔‘‘

’’نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دستور تھا کہ آپ اپنے تمام خطوط میں بِسْمِ اللّٰهِ اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ لکھتے تھے اور خط کے نیچے دستخط کر کے تاریخ بھی ڈالتے تھے۔ میں نے کوئی خط آپ کا بغیر بِسْمِ اللّٰهِ اور سلام اور تاریخ کے نہیں دیکھا۔ اور آپ کو سلام لکھنے کی اتنی عادت تھی کہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپ ایک دفعہ کسی ہندو مخالف کو خط لکھنے لگے تو خود بخود اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ لکھا گیا۔ جسے آپ نے کاٹ دیا لیکن پھر لکھنے لگے تو پھر سلام لکھا گیا چنانچہ آپ نے دوسری دفعہ اسے پھر کاٹا لیکن جب آپ تیسری دفعہ لکھنے لگے تو پھر ہاتھ اسی طرح چل گیا۔ آخر آپ نے ایک اور کاغذ لے کر ٹھہر ٹھہر کر خط لکھا۔‘‘

(حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے۔ روایت نمبر 270-269 صفحہ 299 سیرت المہدی جلد اوّل مرتبہ)

حضرت اُمّ المؤمنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کا جَزَاکُمُ اللّٰهُ کا کہنا

اُمّ المؤمنین حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہ زوجہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود ایک شعائر اللہ میں سے تھیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقعہ پر فرمایا:

’’خدا تعالیٰ نے مجھے لڑکوں کی بشارت دی ہے اور وہ اس بی بی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اس لئے میں اسے شعائر اللہ سمجھ کر اس کی خاطر

داری رکھتا ہوں اور جو وہ کہے مان لیتا ہوں۔‘‘

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ حصہ اول صفحہ 229)

آپ کی عادت مبارکہ میں یہ بات شامل تھی کہ آپ اسلامی شعائر کو بروقت اور برمحل استعمال کرتی تھیں۔ چنانچہ شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب سیرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ میں آپ کے جَزَاکُمُ اللّٰہُ کہنے کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

’’یہ ایک عجیب بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ حضرت اُمّ المؤمنین جس کسی مخلص کو جَزَاکُمُ اللّٰہُ فرما دیتیں تو وہ اپنے مقاصد میں کامیاب و بامراد ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فیض کو تمام جماعت احمدیہ کے لئے عام کر دے۔‘‘

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ حصہ دوئم صفحہ 340)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی سیرت کے قرآن مجید، قبلہ اور عید الاضحیٰ کے دن کی تعظیم کے متعلق چند واقعات

قرآن کریم

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

’’قرآن کریم کی بہت تعظیم ہے کہ یہ شعائر اللہ میں سے اعظم ہے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 148)

پھر فرمایا:

’’جن چیزوں سے اللہ پہچانا جاتا ہے ان کی بے حرمتی مت کرو۔ ہم نے قرآن مجید سے خدا کو پہچانا۔ اس لئے اس کی بے حرمتی جائز نہیں۔ بھلا یہ حرمت ہے کہ اس پر پاؤں رکھ لو یا اور کتابوں کے نیچے رکھ دو یا یونہی صفوں پر ڈال دیا جاوے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 74)

قرآن مجید کی عزّت اور قرآن مجید سے محبت کے حوالہ سے آپؓ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف میری غذا اور میری تسلی اور اطمینان کا سچا ذریعہ ہے اور میں جب تک ہر روز اس کو کئی رنگ میں پڑھ نہیں لیتا۔ مجھے آرام اور چین نہیں آتا بچپن ہی سے میری طبیعت خدا نے قرآن شریف پر تدبر کرنے والی رکھی ہے۔ اور میں ہمیشہ دیر دیر تک قرآن شریف کے عجائبات اور بلند پروازیوں پر غور کیا کرتا ہوں۔

(حقائق الفرقان جلد 4 ص 83)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ عنہ قرآن مجید سے محبت اور اس کی عظمت کے قیام کے سلسلہ میں زبانی باتوں پر ہی اکتفا نہ فرماتے تھے۔ بلکہ آپ کی ساری زندگی قرآنی احکامات کی آئینہ دار تھی۔ اس حوالہ سے ایک واقعہ درج ہے:

30 جنوری 1904ء کو قادیان سے دو معزز مہمان رخصت ہونے والے تھے وہ حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب کی خدمت میں بغرض ملاقات حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک صاحب نے کہا:

’’آپ کی باتیں بھی بہت ہی دلچسپ اور مزیدار ہیں‘‘

اس پر حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب نے فرمایا:

’’میں قوّال کی نسبت فعّال کو پسند کرتا ہوں‘‘

یعنی بہت کہنے والے کے مقابلہ میں کرنے والے کو ترجیح دیتا ہوں۔‘‘

(الحکم 17 جنوری 1904ء)

قبلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قبلہ کی تعظیم اور اس کی طرف پاؤں کر کے سونے کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

’’یہ ناجائز ہے کیونکہ تعظیم کے برخلاف ہے۔ سائل نے عرض کی کہ احادیث میں اس کی ممانعت نہیں آئی۔ فرمایا کہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اسی بناء پر کہ حدیث میں ذکر نہیں ہے اور اس لئے قرآن شریف پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہوا ہے تو کیا یہ جائز ہو جاوے گا؟ ہرگز نہیں۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 3 صفحہ 307)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

’’پاؤں قبلہ کی طرف کر کے سونا تعظیم کعبہ کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ‘‘

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 148)

بیت اللہ کی تعظیم

بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ خدا تعالیٰ کے شعائر اللہ میں سے ایک اہم شعائر ہے۔ بیت اللہ نے دنیائے اسلام کو ہر جہت سے مرکزیت میں پرو رکھا ہے اس لئے بعض علماء نے اسے سب سے بڑا شعیرہ قرار دیا ہے۔ حقیقت میں حضرت حاجرہؑ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس قربانی کا ذکر ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کو اللہ کے حکم پہ بے یار و مددگار وادی مکہ میں چھوڑ آئے تھے اور حضرت حاجرہؑ نے حضرت اسماعیلؑ کی پیاس بجھانے کی خاطر صفا و مروہ کے سات چکر لگائے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ کے ذریعہ پانی مہیا کیا تھا۔ ان مقامات کو اللہ تعالیٰ نے نشانیاں قرار دیا اور کہا کہ جو طاقت رکھیں وہ ان جگہوں پر اس تاریخ کو سامنے رکھ کر جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شعور حاصل کر کے اس کا شکر ادا کریں۔ یہ ہے فلسفہ ان شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم کا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقام عرفات پر کی جانے والی ایک اہم دعا

1886ء میں جب حضرت صوفی احمد جان صاحب حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے جانے لگے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو ایک خط میں لکھا کہ:

اس عاجز ناکارہ کی ایک عاجزانہ التماس یاد رکھیں کہ جب آپ کو بیت اللہ کی زیارت بفضل اللہ تعالیٰ میسر ہو تو اس مقام محمود مبارک میں اس احقر عباد اللہ کی طرف سے انہیں لفظوں سے مسکنت و غربت کے ہاتھ بحضور دل اٹھا کر گزارش کریں کہ:۔

اے ارحم الراحمین! ایک تیرا بندہ عاجز اور ناکارہ، پرخطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین ملک ہند میں ہے۔ اس کی یہ عرض ہے کہ اے ارحم الراحمین! تو مجھ سے راضی ہو اور میری خطیئات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور و رحیم ہے اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تو بہت ہی راضی ہو جائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دوری ڈال اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر یک قوت اور جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار۔ اور اپنے ہی کامل متبعین میں مجھے اٹھا۔ اے ارحم الراحمین! جس کام کی اشاعت کے لئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر اور اس عاجز اور اس عاجز کے تمام دوستوں اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کی نظر سے اپنے ظل حمایت میں رکھ کر دین و دنیا میں آپ ان کا متکفل اور متولی ہو جا اور سب کو اپنی دار الرضا میں پہنچا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل اور اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر۔ آمین یا رب العالمین۔

(مکتوبات احمد جلد 3 صفحہ 27)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا پہلی بار خانہ کعبہ کو دیکھنا اور ایک دعا کرنا

حضرت مولانا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو اللہ کے فضل سے حج بیت اللہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ آپ پہلی بار خانہ کعبہ کو دیکھنے پر کی جانے والی اپنی دعا کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ

’’آپ نے کسی روایت میں سُن رکھا تھا کہ جب بیت اللہ نظر آئے تو اُس وقت جو دعا بھی کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ اس لئے آپ نے یہ دعا کی کہ

’’الٰہی! میں تو ہر وقت محتاج ہوں اب میں کون سی دُعا مانگوں۔ پس میں یہی دعا مانگتا ہوں کہ جب میں ضرورت کے وقت تجھ سے دعا مانگوں تو اُس کو قبول کر لیا کر۔‘‘

(حیات نور اردو صفحہ 52)

عید الاضحیٰ کی تعظیم

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے یوم النحر (عید الاضحیہ) کو شعائر اللہ میں داخل فرمایا ہے۔ ایک دفعہ مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے طلبہ کو عید کے روز کھیل کے لئے قادیان سے باہر بھجوایا جا رہا تھا۔ جب اس کی اطلاع حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو ہوئی تو حضور کو یہ اطلاع سخت ناگوار گزری اور فرمایا:

’’میں تو ہرگز ہرگز پسند نہیں کرتا اور جائز نہیں سمجھتا کہ عید کے دن سفر کیا جائے اور پھر سفر بھی کھیلوں کے لئے ہرگز نہیں جانا چاہیئے۔۔۔۔۔۔۔ یہ دن سنت ابراہیمی کا ایک ایسا دن ہے جو شعائر اللہ میں داخل ہے اس کی عظمت مومن کا فرض ہے۔‘‘

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 278-279)

حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمیؓ اور شعائر اللہ کا قیام

حضرت مولانا برہان الدین جہلمی صاحبؓ ایک عالم باعمل تھے، جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیروی اور اطاعت نے چار چاند لگا دیئے۔ آپ کے علم و مقام و مرتبہ کا یہ عالم تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی وفات کے بعد یہ خیال فرمایا کہ نئے علماء تیار کئے جانے چاہئیں اور اس غرض سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مدرسہ احمدیہ میں شاخ

دینیات کی بنیاد رکھی۔

آپ کی فطرت میں سادگی، عاجزی، اخلاص و وفا اور توکل علی اللہ کا مخصوص رنگ نظر آتا ہے تو دوسری طرف خدمت شعائر اللہ کے قیام کے لئے آپ رات دن کوشاں نظر آتے ہیں۔ آیئے چند ایک واقعات دیکھیں۔

حضرت برہان الدین جہلمی صاحب اور اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ اور اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کا استعمال

مولوی مہر دین صاحب واقعہ بیان کرتے ہیں:

’’میں ایک روز حسبِ معمول جہلم سبق کے لئے مولوی صاحب کے ہاں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ ڈپٹی راجہ جہاں داد خان کی کوٹھی پر گئے ہوئے ہیں۔ میں ۔۔۔۔ ڈپٹی صاحب کی کوٹھی پر پہنچا دروازے پر ان کا نوکر کھڑا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ اندر جو لال داڑھی والا انسان (مولوی برہان الدین صاحب) بیٹھا ہے۔ اس کو جا کر کہو دو مہر الدین لالہ موسیٰ والا اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ عرض کرتا ہے۔ جواب میں آپ نے پیغام بھیجا کہ اس کو اندر آنے دو۔ میں نے وہاں پہنچ کر اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ کہا۔ راجہ جہاں داد خان نے کہا کہ یہ بھی احمدی ہے؟ میں نے کہا ہاں ۔۔۔۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ کیا گاڑی میں کچھ وقت ہے؟ میں نے عرض کی پندرہ منٹ ہیں۔ راجہ صاحب نے کہا کہ آج تم نہ جاؤ۔ یہاں ہی رہ جاؤ۔ میں نے کہا وجود وقف کر دیا ہوا ہے۔ اس لئے میں رہ نہیں سکتا۔ اس جگہ پر ایک سیّد صاحب بھی تھے جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق مولوی صاحب سے مناظرہ کر رہے تھے اور راجہ پنڈی والے خاں صاحب دارا پوری بھی موجود تھے۔ سیّد صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ مرزا صاحب کے فریب میں آ گئے ہیں ۔۔۔۔ مولوی صاحب نے کہا جب مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کتاب لکھی میں نے اس کتاب کو پڑھا، تو میں نے خیال کیا کہ یہ شخص آئندہ کچھ ہونے والا ہے۔ اس لئے میں اس کو دیکھ آؤں۔ میں ان کو دیکھنے کے لئے قادیان پہنچا تو مجھے علم ہوا کہ آپ ہوشیار پور تشریف لے گئے ہیں۔ میں نے کہا بار بار آنا مشکل ہے اس لئے ہوشیار پور جا کر دیکھ آؤں ۔۔۔۔۔ میں ہوشیار پور پہنچا۔ پوچھ کر آپ کے مکان پر پہنچا اور دستک دی خادم آیا اور پوچھا کون ہو؟ میں نے کہا برہان الدین جہلم سے حضرت مرزا صاحب کو ملنے آیا ہے۔ اس نے کہا کہ ٹھہرو۔ میں اجازت لے لوں۔ جب وہ پوچھنے کے لئے گیا تو مجھے اس وقت فارسی میں الہام ہوا کہ

’’جہاں تم نے پہنچنا تھا پہنچ گیا ہے۔ اب یہاں سے نہیں ہٹنا‘‘

خادم کو حضرت صاحب نے فرمایا کہ ابھی مجھے فرصت نہیں۔ ان کو کہہ دیں پھر آئیں۔ خادم نے جب یہ مجھے بتلایا۔ تو میں نے کہا میں یہاں ہی بیٹھتا ہوں۔ جب فرصت ملے گی تب ہی سہی۔ جب خادم یہ کہنے کیلئے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضرت صاحب کو عربی میں الہام ہوا کہ مہمان آوے تو مہمان نوازی کرنی چاہئے۔ جس پر حضرت صاحب نے خادم کو حکم دیا کہ جلدی سے دروازہ کھول دو۔ میں جب حاضر ہوا تو حضور بہت خندہ پیشانی سے مجھے ملے اور فرمایا کہ ابھی مجھے الہام ہوا ہے۔ میں نے عرض کی مجھے فارسی میں یہ الہام ہوا ہے کہ اس جگہ سے جانا نہیں۔ میں چند دن حضرت کے پاس رہا اور حضرت کے حالات دیکھے کہ تین وقت تک آپ نے کھانا نہیں کھایا اور نماز کے وقت جلدی سے باہر تشریف لاتے اور نماز ہمارے ساتھ ادا کر کے اندر تشریف لے جاتے۔ وہاں مرزا اعظم بیگ ہوشیارپوری مہتمم بندوبست تھا۔ وہ میرا واقف تھا۔ میں ان سے ملنے گیا۔ اس نے پوچھا مولوی صاحب آپ کیسے آئے؟ تو میں نے کہا کہ حضرت مرزا صاحب کو دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کون سے مرزا صاحب۔ میں نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی۔ اس نے کہا کہ آدمی تو بہت اچھا تھا۔ لیکن خراب ہو گیا۔ میں نے کہا کس طرح۔ اس نے کہا کہ بچپن کی حالت میں لڑکوں سے کھیلا نہیں کرتا تھا۔ اس کا والد اس پر ناراض ہی رہتا تھا کہ تم باہر نہیں نکلتے میں نے کہا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ اس نے کہا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کا کون سا موقع ہے۔ میں نے کہا جس زمانہ کا میں واقف نہیں تھا اس کے متعلق تم نے شہادت دیدی کہ آپ بچپن میں ہی نیک تھے اور موجودہ حالت میں نے خود دیکھ لی ہے۔

(بحوالہ ماہنامہ انصار اللہ جولائی 1995ء صفحہ 26 اور 40 غیر مطبوعہ رجسٹر روایات نمبر 3)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ ایہہ نعمتاں کتھوں

سیالکوٹ میں ہی ایک دوسرا واقعہ پیش آیا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام واپس قادیان جانے لگے تو الوداع کہنے کے لئے حضرت مولوی صاحب بھی ساتھ آ گئے۔ آپ جب اسٹیشن سے واپس آ رہے تھے تو جو سلوک حضرت مولوی صاحب کے ساتھ کیا گیا اس کی مثالیں صرف قرونِ اولیٰ میں ہی نظر آتی ہیں۔ اس واقعہ کو خلفاء احمدیت نے متعدد دفعہ بیان فرمایا۔ اس کی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ نے یوں بیان فرمائی ہے:

’’جب لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کو چھوڑ کر واپس آ رہے تھے تو انہیں لوگوں نے طرح طرح کی تکالیف دینی شروع کیں اور دق کیا۔ مولوی برہان الدین صاحب انہی میں سے ایک تھے۔ جب وہ واپس جا رہے تھے تو کچھ غنڈے ان کے پیچھے ہو گئے۔ اور ان پہ گند پھینکا ۔۔۔۔۔۔۔ دیکھنے والوں نے بعد میں بتایا کہ جب مولوی برہان الدین صاحب کو جبرًا پکڑ کر ان کے منہ میں زبردستی گوبر اور گند ڈالنے لگے تو انہوں نے کہا ’’اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ ایہہ نعمتاں کتھوں۔ مسیح موعودؑ نے روز روز آناں وے؟ یعنی اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ یہ نعمتیں انسان کو خوش قسمتی سے ہی ملتی ہیں۔ کیا مسیح موعودؑ جیسا انسان روز روز آ سکتا ہے کہ انسان کو ہمیشہ ایسا موقع ملے۔‘‘

(الفضل 10 اکتوبر 1945ء صفحہ 2)

مخالفین کو اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ کہنا

ایک روز حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلم میں ایک کتابوں کی دکان پر کھڑے تھے۔ ایک غیر احمدی حافظ کو آپ نے اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ کہا، حافظ صاحب نے سلام کا جواب نہ دیا اور کہا کہ مولوی صاحب آپ مرزا صاحب کے ساتھ ہو گئے ہیں اور وہ قرآن کے خلاف ہیں اس لئے ہم آپ کا سلام قبول نہیں کرتے حضرت برہان الدین صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب کون سی آیت کے خلاف حضرت مرزا صاحب کا عمل ہے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ آیت لَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ کے خلاف مرزا صاحب نے اس طرح کہا ہے کہ انہوں نے لوگوں کے معبودوں کو گالیاں دے کر سچے معبود کو گالیاں نکلوائی ہیں اور آپ ان کے ساتھ ہیں۔ اس لئے ہم آپ سے سلام نہیں کر سکتے مولوی صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب کوئی ایسی آیت نکالو جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کو برا نہ کہو۔ حافظ صاحب لاجواب ہو گئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کو کافر مشرک اور جہنمی کہا ہے۔

(ماہنامہ انصار اللہ جولائی 1995ء صفحہ 24)

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ اور شعائر اللہ کی تلاش

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ کی فطرت میں نیکی اور اپنے مولیٰ سے لو لگانے کی ایک تڑپ تھی۔ اللہ تعالیٰ کے مامور اور مرسل بھی خدا تعالیٰ کے شعائر ہوتے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عرفان حاصل ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ ایسے ہی ایک سچے مامور و مرسل کی تلاش میں تھے چنانچہ آپ اس حوالہ سے بیان کرتے ہیں:

’’1904ء میں میں نے اپنی مذہبی حالت کے پیش نظر مولوی عبد الجبار صاحب وغیرہ کو جوابی خطوط لکھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں صرف پوسٹ کارڈ بھیجا۔ ان سب کا مضمون یہ تھا کہ میں زبان سے تو بے شک خدا تعالیٰ کا اور حشر و نشر کا مقر ہوں اور مسجدوں میں وعظ بھی کرتا ہوں مگر امر واقعہ اور کیفیت قلبی یہ ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ کے وجود میں ہی شک ہے اس لئے مجھے ایسے مرشد کی تلاش ہے جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا وجود مع اس کی عظمت اور محبت کے دل میں جاگزیں ہو جاوے وغیرہ وغیرہ۔ دوسروں کی طرف سے تو کوئی جواب نہ آیا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تحریری ارشاد آیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اسی غرض اور ایسی بیماریوں کے لئے ہی بھیجا ہے۔ آپ یہاں آ جاویں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ وَمَنۡ اَتَانِیۡ شِبۡرًا۔ پس خاکسار حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ عرصہ رہ کر بیعت سے مشرف ہو گیا۔‘‘

(اصحاب احمد جلد دہم صفحہ 252 تا 253)

اختتام

جماعت احمدیہ کا بنیادی مقصد شعائر اللہ کا قیام ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہر احمدی کو پہلے سے بڑھ کر توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے سامنے ہمیشہ حضرت مصلح موعودؓ کا مندرجہ ذیل ارشاد بطور مطمع نظر ہونا چاہیے۔ حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنا، اس کے شعائر کی عظمت بجالانا، اس کی مقرر کردہ عزت والی جگہوں کی تعظیم کرنا اور اس کے نشانات کی حرمت کو قائم رکھنا خدا تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔ بلکہ اس سے خود انسان کے اپنے دل میں نیکی پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ میں وہ ترقی کرنے لگتا ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 46)

ابن ایف آر بسل

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے بیان فرمودہ حقائق و معارف

نہر سویز کا منصوبہ

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جس قدر فتوحات کا زور ہے وہ کسی دوسرے زمانہ میں نظر نہیں آتا۔

انتظام مملکت کے متعلق کیسی کیسی دور اندیشیاں کی جاتی ہیں حضرت عمرو بن العاصؓ مصر کے خزائن کے متعلق لکھتا ہے تو اس سویز کینال (نہر سویز) کا بھی ذکر کرتا ہے اور اس کے اخراجات کا تخمینہ بھی بتاتا ہے۔

ایک فرانسیسی مؤرخ نے نہایت تعجب کے ساتھ لکھا ہے کہ اب بھی وہی کینال پر قریباً خرچ آیا ہے مگر اس وقت حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ سردست مصلحت نہیں یہ اور وقت کے لئے ہے اگر راستہ کھول دیا جاوے تو یورپ کی اقوام مدینہ کے قریب آسکتی ہیں کتنا بڑا دور اندیش اور مآل بین انسان ہے۔

(خطابات نور صفحہ 130)

خدا تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ نہر سویز کا منصوبہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں تعمیر ہوا۔

The mediterranion sea and red sea have been linked through 120 mile Suez Canal at sea level by removing the isthmus of suez. Isthmus of Suez is 75 mile wide strip of land between the Mediterranean sea and the Red Sea linking the continents of Africa and Asia. It is located within the country of Egypt

اس کے ڈیزائن کا سہرا ایک فرانسیسی ڈپلومیٹ Dr Lesseps اور تعمیر کا سہرا حکومت برطانیہ کے سر پر ہے۔

اس سے قرآن کریم کی ایک عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوئی جس کا ذکر سورۃ الرحمان آیت 20 اور 21 میں ہے جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے ترجمہ قرآن کے فٹ نوٹ میں لکھا ہے:

”یہاں بحر احمر (Red Sea) اور بحر روم (Mediterranean Sea) مراد ہیں جن کو نہر سویز کے ذریعہ ملایا گیا ہے۔“

مائیکل ایچ ہارٹ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب (The100ranking of the most influential persons in history) میں حضرت عمرؓ کو 51 ویں نمبر پر تاریخ کی 100 عظیم ترین شخصیات میں شامل کیا ہے۔

مصنف ۔ منور احمد خورشید

تبصرہ بر کتاب

یادوں کے دریچے

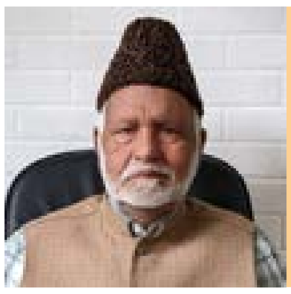

مصنف کتاب ہٰذا جناب منور احمد خورشید آف لندن نے اپنے آبائی گاؤں فتح پور ضلع گجرات پاکستان کا تعارف کرواتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ ہمارے گاؤں کے قریب ایک ندی بہتی تھی جس کا پانی اتنا شفاف تھا کہ اس میں سورج منعکس ہو کر نظر آتا تھا۔ اس مادی ندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک روحانی ندی بھی جاری کی۔ جس کا مبداء حضرت سید محمود احمد شاہؓ تھے۔ جنہوں نے قادیان جا کر حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس روحانی ندی سے ایک رستہ (راجباہ) حضرت میاں عبدالکریمؓ تھے۔ جن کے نسل کے ایک چشم و چراغ مکرم مولانا منور احمد خورشید مصنف یادوں کے دریچے ہیں جو اپنے نام خورشید کے حوالہ سے جماعت احمدیہ کی بہتی چھالیں مارتی ندی میں منعکس ہو کر منور بن کر دنیا بھر میں احمدیت کا نور پھیلانے کا مؤجب بنے۔

مکرم خورشید صاحب نے اپنی یہ کتاب دو دفعہ مجھے بجھوائی۔ پہلی دفعہ نام تجویز کرنے کے لئے اور دوسری بار تبصرہ اور رائے دینے کے لئے۔ خاکسار نے ہر دو بار اس کتاب کو جستہ جستہ اور پھر تفصیل سے پڑھا۔ واقعتاً یہ کتاب یادوں کے دریچے کا حق ادا کر رہی ہے کیونکہ اس کتاب کو پڑھ کر دو باتیں فوراً ذہن میں ابھرتی ہیں۔ اوّل یا تو مولانا منور احمد خورشید کا حافظہ بلا کا ہے کہ زندگی میں بیتے واقعات کو ایسے حسین انداز میں یکجا کیا ہے کہ رشک آتا ہے۔ اور یا مولانا خورشید کو ڈائری لکھنے کی ایسی پختہ عادت ہے جو ایک مربّی کا حسن ہے۔ خلفائے کرام بھی گاہے بگاہے مبلغین و مربّیان کو ڈائری لکھنے کی طرف توجہ دلاتے رہے ہیں۔ جو مربیان کو اپنی سمت درست کرنے اور کوتاہیوں و کمزوریوں پر قابو پانے کے کام آتی ہے۔ لاریب مکرم خورشید صاحب کا یہ کام باقی مربیان کے لئے قابل تقلید ہے۔

موصوف اس سے قبل ارض بلال کے نام سے اپنی کتاب میں افریقہ میں اپنی یادوں کو جمع کر چکے ہیں۔ اور 400 صفحات پر مشتمل اس ضخیم کتاب میں پاکستان میں میدان عمل کی یادیں اور افریقہ کی ایمان افروز یادوں کو یکجا کیا ہے۔ یہ یادیں ایک قاری کے لئے ایمان و علوم کو بڑھانے کا مؤجب ہوں گی۔ قادیان سے ایک آواز اللہ، اس کے رسول و قرآن کے نام کو بلند کرنے کے لئے جاری ہوئی اور 130 سالوں میں یہ آواز 20 کروڑ سے زائد آوازوں میں تبدیل ہو گئیں۔ ان میں سے تیس ممالک میں بسنے والے احمدیوں کی ایمان افروز داستانیں اس کتاب کا حصہ ہیں۔ موصوف نے قرآنی آیات، احادیث، محاوروں اور اشعار کا استعمال بطور عنوان بہت برمحل اور باموقع کیا ہے۔ نیز سبق آموز کہاوتوں اور کہانیوں کا اپنے ساتھ بیتے واقعات میں ایڈجسٹ کرنا موصوف کا ہی خاصہ معلوم ہوتا ہے۔

میں نے اپنی رائے کے لئے ایمان کو جلا بخشنے والے بہت سے واقعات قارئین کے لئے اس کتاب سے نوٹ کئے تھے۔ مگر طوالت کے باعث ان کا ذکر مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ تاہم جماعت احمدیہ اور مشاہیر احمدیت کے متعلق چند ایک ریمارکس دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

ایک غیر احمدی نے قریشی احمد شفیع آف میانوالی کے متعلق کہا کہ اگر مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو بخدا تمہارا مقام صحابہ کا ہے۔

(صفحہ 167)

ایک فون آپریٹر نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات کی اطلاع کی کنفرمیشن پر کہا۔ بزرگ سب کے سانجھے ہوتے ہیں اور فون کے پیسے نہ لئے۔

(صفحہ 196)

ایک غیر احمدی ڈاکٹر نے ڈاکٹر عبدالسلام کو یوں خراج تحسین پیش کیا۔ ہم سب مسلمانوں کو اسلام کے اس بطل جلیل پر فخر ہے۔

(صفحہ 245)

پروفیسر کابا نے کہا:

اس صدی میں جو آدمی ڈاکٹر عبدالسلام کے بارے میں نہیں جانتا۔ میرے نزدیک تو وہ انسان کہلانے کا بھی حقدار نہیں ہے۔

(صفحہ 313)

مکرم منور احمد خورشید خاکسار سے جامعہ میں تین سال سینئر تھے۔ جامعہ میں بھی ملاقات ہوتی رہی۔ پھر دار البرکات میں طلبہ جامعہ کی رہائش گاہ کہکشاں ہاؤس میں بھی علیک سلیک رہی۔ مگر فیلڈ میں میری ان سے پہلی ملاقات کھاریاں احمدیہ مسجد میں ہوئی۔ ان کو میں نے فل فارم میں دیکھا۔ اور اب ان کی دونوں تصانیف پڑھ کر ان کے جوہر دیکھنے کو ملے۔ ان کی کتاب میں درج ان کی خوبیاں پڑھ کر خاکسار کے لبوں پر یہ دعا رہی کہ اے اللہ! موصوف کی قربانیوں کو قبول فرما۔ ان کو اجر عظیم عطا فرما اور آپ کی اس تصنیف کو نافع الناس بنا۔ آمین

ابو سعید

مدثر ظفر

بلیک باکس

مستقبل کے ہوائی حادثات سے تحفظ کا ضامن

آسٹریلیا سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر ڈیوڈ وارن کی عمر 9 سال تھی جب ان کے والد 1934ء میں ایک ہوائی حادثہ میں جاں بحق ہو گئے تھے۔ 1950ء میں وارن کو خیال آیا کہ جہاز میں ایک ایسا آلہ نصب ہونا چاہیے جو فلائٹ کے ڈیٹا کو ریکارڈ کرنے کے ساتھ کاٹ پٹ میں ہونے والی گفتگو کو بھی ریکارڈ کر سکتا ہو۔ تاکہ مستقبل میں حادثات کے امکانات کو کم سے کم کیا جا سکے۔ انہوں نے میلبرن میں موجود ایروناٹیکل ریسرچ سینٹر کو ایک خط کے ذریعے اپنی تجویز سے آگاہ کیا۔ 1956ء میں ایک پروٹوٹائپ فلائٹ ریکارڈر بنایا گیا جسے ARL Flight Memory Unit کا نام دیا گیا۔ بدقسمتی سے یہ آلہ زیادہ مقبولیت حاصل نہ کر سکا۔ تاوقتیکہ 5 سال بعد برطانیہ اور امریکہ میں اس آلہ کو بنایا جانے لگا۔ وقت کے ساتھ سول ایوی ایشن میں اس آلہ کی اہمیت دنیا پر واضح ہونے لگی۔

17 جولائی 1996ء کو TWA Flight 800 دوران پرواز ایک دھماکے سے لانگ آئی لینڈ کے اوپر تباہ ہوگئی اور اس میں موجود تمام 230 بدقسمت مسافر راہی ملک عدم ہوئے۔ حادثہ کے بعد تحقیقات کا آغاز ہوا جس کے بعد یہ سول ایوی ایشن کی تاریخ کی طویل ترین دورانیہ کی تحقیق بن گئی۔ خوش قسمتی سے اس طیارے کا بلیک باکس مل گیا جس میں موجود معلومات کی بناء پر حادثہ کی وجوہات کا پتہ لگایا گیا۔ جہاز کے فیول ٹینک کے نزدیک موجود جہاز کے برقی آلات میں شاٹ سرکٹ ہوا جس کے باعث وہاں آگ لگی اور جہاز دھماکہ سے تباہ ہوگیا۔ بلیک باکس کی مدد سے حادثہ کی معین وجہ معلوم ہونے کے بعد جہاز ساز کمپنیوں نے جہاز کے فیول ٹینک سے ان برقی آلات کو ہٹا کر دوسری جگہ پر رکھنا شروع کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد سے کوئی جہاز اس وجہ سے کریش نہیں ہوا۔ اسی طرح بلیک باکس سے ملنے والے ڈیٹا کی بنیاد پر جہازوں میں لاتعداد اصلاحات کی جا چکی ہیں۔

اپنے نام کے برعکس بلیک باکس بالکل بھی بلیک (کالا) نہیں ہوتا بلکہ یہ نارنجی رنگ کا ہوتا ہے۔ اسے بلیک باکس اسی لیے کہا جاتا ہے کیونکہ ابتداء میں ان پر کالا رنگ ہی کیا جاتا تھا۔

بلیک باکس دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے، پہلا حصہ FDR فلائٹ ڈیٹا ریکارڈر کہلاتا ہے، اس کا کام دوران پرواز جہاز کے تمام سینسرز سے آنی والی معلومات کو ریکارڈ کرنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ جہاز کی رفتار، اس میں کتنا ایندھن تھا، کتنا ایندھن استعمال ہو چکا ہے اور کتنا باقی ہے، ہوا کی رفتار کیا ہے، جہاز کے کیبن کے اندر اور باہر درجہ حرارت کتنا ہے، جہاز کے کیبن میں پریشر کتنا ہے، جہاز کتنی بلندی پر پرواز کر رہا ہے اور اس کا رخ کس طرف ہے وغیرہ وغیرہ۔ سول ایوی ایشن کے عالمی قانون کے تحت جہاز میں ایسا بلیک باکس نصب کیا جانا ضروری ہے جو ایک وقت میں جہاز کے سینسرز سے ملنے والی کم از کم 88 قسم کی متفرق چیزوں سے ملنے والے ڈیٹا کو ریکارڈ کرے۔

بلیک باکس کا دوسرا حصہ CVR یعنی کاٹ پٹ وائس ریکارڈر پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کا کام جہاز کے کاٹ پٹ سے آنے والی آوازوں کو ریکارڈ کرنا ہوتا ہے۔ یہ تین قسم کی آوازوں کو ریکارڈ کرتا ہے جس میں پائلٹ کے درمیان گفتگو، کنٹرول ٹاور سے ہونے والی گفتگو اور جہاز کے انجن کی آواز اور مختلف قسم کے پرزوں کی آواز اور وارننگ وغیرہ شامل ہیں۔ کسی حادثہ کے بعد CVR سے ڈیٹا حاصل کر کے پتہ لگایا جا سکتا ہے کہ حادثہ سے پہلے کاٹ پٹ میں موجود پائلٹ اور کنٹرول ٹاور کے درمیان کیا گفتگو ہوئی۔ انجن میں سے کوئی غیر معمولی آواز تو نہیں آرہی تھی یا کسی وارننگ پر مشتمل کوئی آواز۔

اس سے حادثہ کی وجوہات کا تعین کرنا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ بلیک باکس میں موجود دونوں چیزوں کے بغیر جہاز کے حادثہ کی وجوہات کا پتہ چلانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جدید فلائٹ ڈیٹا ریکارڈر حساس اور قیمتی آلہ ہوتا ہے جس کی قیمت 20 ہزار امریکی ڈالر تک ہوتی ہے۔ جدید ڈیٹا ریکارڈر دوران پرواز ملنے والی معلومات کے بیک وقت 1000 قسم کے متفرق ڈیٹا کو ریکارڈ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ماضی میں وائس ریکارڈر میں آواز ریکارڈ کرنے کے لیے مقناطیسی ٹیپ استعمال کی جاتی تھی۔ یہ ٹیپ ہر 30 منٹ میں ایک چکر مکمل کرتی تھی۔ چنانچہ اس میں گزرنے والے ہر تیس منٹ کی آواز ریکارڈ ہو رہی ہوتی تھی۔ اس ٹیپ کے حدت اور نمی سے متاثر ہونے کا بہت زیادہ امکان ہوتا تھا۔ مقناطیسی ٹیپ اب متروک ہو چکی ہے اور اس کی جگہ سالڈ اسٹیٹ میموری چپ نے لے لی ہے جس پر آوازیں ریکارڈ ہوتی ہیں۔ اس قسم کے بلیک باکس 1990ء سے استعمال ہو رہے ہیں۔

Black box

جیسا کہ تصویر میں دیکھا جا سکتا ہے بلیک باکس کے ساتھ ایک سفید رنگ کا چھوٹا سا ڈرم نصب بھی ہے۔ اسے Underwater Locator Beacon کہا جاتا ہے۔ اس میں پانی کو محسوس کرنے والا سینسر ہوتا ہے۔ یہ آلہ اُس وقت متحرک ہوتا ہے جب بلیک باکس پانی میں گرے۔ پانی میں گرتے ہی اس آلہ سے الٹرا سونک ویو خارج ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ان سگنل کی حد 14000 فٹ تک ہوتی ہے جن کا سراغ ایک ریسیور کی مدد سے لگایا جاتا ہے۔ یہ مسلسل تیس دن تک سگنل بھیجتا رہتا ہے۔ یہ پانی میں 20000 فٹ تک کی گہرائی میں بھی کام کر سکتا ہے۔ پانی کے اندر بلیک باکس کو تلاش کرنا انتہائی مشکل اور مہنگا کام ہے۔ ایک بار سمندر میں جہاز کے گرنے کی جگہ کا تعین ہونے کے بعد Pinger Locator نامی ایک مشین کو جہاز کے ساتھ باندھ کر زیر آب بھیجا جاتا ہے جو ULB سے آنے والے سگنل کا سراغ لگاتی ہے۔ یہ مشین انتہائی مہنگی اور پیچیدہ ہے اور پوری دنیا میں بس چند ایک ہی ہیں۔

Pinger Locator

بلیک باکس ایسے مواد سے بنایا جاتا ہے جو زور دار دھماکہ اور آگ اور پانی میں ڈوبنے کے باوجود بھی محفوظ رہ سکے۔ یہ 1100 ڈگری درجہ حرارت کو تیس منٹ تک برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بلیک باکس میں موجود چپ کو محفوظ رکھنے کے لیے اس کے اوپر تین طرح کی حفاظتی دیواریں بنائی جاتی ہیں جن میں سب سے پہلے ایلومینیم کی تہ ہوتی ہے جس کے اندر فلیش میموری چپ کو چاروں اطراف سے لپیٹا جاتا ہے۔ اس کے بعد ایک انچ موٹی ہائی ٹمپریچر انسولیشن کی تہ ہوتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو جہاز کریش ہونے کے بعد لگنے والی آگ سے بلیک باکس کو محفوظ رکھتی ہے۔ تیسری حفاظتی تہ اسٹین لیس اسٹیل کا شیل ہوتا ہے جس پر ٹائیٹینیم کی پرت ہوتی ہے۔ یہ تمام چیزیں مل کر بلیک باکس کو کریش سروائیول بنا دیتی ہیں۔ یعنی نہ تو گرنے سے ٹوٹتا ہے نہ اس پر آگ کا اثر ہوتا ہے اور نہ ہی پانی اسے نقصان پہنچ سکتا ہے۔

بلیک باکس میں موجود معلومات کو ڈی کوڈ کرنا مشکل اور پیچیدہ مرحلہ ہوتا ہے جس میں کئی ہفتے اور بعض اوقات مہینوں کا وقت درکار ہوتا ہے۔ بلیک باکس ملنے کے بعد اسے متعلقہ کمپنی میں بھیجا جاتا ہے جہاں موجود ماہرین اس میں موجود ڈیٹا کو ڈاؤن لوڈ کر کے اس کی جانچ پڑتال کے بعد جہاز کے کریش کی وجوہات کا تعین کرتے ہیں۔ بلیک باکس سے حاصل شدہ معلومات کی مدد سے جہاز کے اڑان بھرنے سے لے کر کریش ہونے تک کی تمام حرکات کی ایک اینی میٹڈ ویڈیو فلم بھی بنائی جا سکتی ہے جس سے جہاز کے کریش کو Virtually دیکھنا ممکن ہوتا ہے۔

بلیک باکس جہاز کے سب سے پچھلے حصے میں رکھا جاتا ہے کیونکہ جہاز کریش ہونے کے بعد یہی جگہ سب سے محفوظ سمجھی جاتی ہے۔ یہ جگہ محفوظ کیوں ہوتی ہے اس کا تجربہ آپ گھر پر بھی کانچ کی ایک بوتل کو زمین پر گرا کر کر سکتے ہیں۔ بوتل کا پتلا حصہ بالعموم ٹوٹنے سے محفوظ رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاز کی دم جہاز کا سب سے محفوظ مقام سمجھا جاتا ہے۔

تجربات کے دوران بلیک باکس پر G3400 تک کی فورس لگائی جاتی ہے۔ انتہائی آتش گیر مادے سے آگ لگائی جاتی ہے اور پانی میں ڈبویا جاتا ہے۔

بلیک باکس کی ایجاد بلاشبہ انجنیئرنگ کا ایک شاہکار ہے۔ اس کی وجہ سے حادثہ کا تعین کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ اس سے ملنے والی معلومات کی بدولت جہازوں میں ایسی اصلاحات کی جاتی ہیں جن سے مستقبل میں ہونے والے حادثات سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ مستقل بنیادوں پر اصلاحات اور حفاظتی نقطہ نگاہ سے انسانی جانوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے کیے گئے اقدامات کا نتیجہ ہے کہ آج ہوائی جہاز کا شمار دنیا کی محفوظ ترین سواری میں ہوتا ہے۔

اعلانِ ولادت

- مکرمہ عطیۃ الجبار۔ یوکے سے تحریر کرتی ہیں:

خدا تعالیٰ نے اپنے بے پایاں فضل سے پیاری بیٹی سحرش محمود اور داماد عزیزم وجاہت احمد طاہر حال مقیم میلبورن، آسٹریلیا کو 11 اکتوبر 2021ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ نومولود کا نام زوحان طاہر تجویز ہوا ہے جو کہ وقف نو کی مبارک تحریک میں شامل ہے۔ یہ مکرم بشارت احمد کا پوتا، مکرم محمود احمد طلحہ مربی سلسلہ واستاذ جامعہ احمدیہ یوکے وممبر بورڈ الفضل آن لائن کا نواسہ اور مکرم مبارک احمد خالد مرحوم سابق مینجر و پبلشر رسالہ تشحیذ الاذہان وخالد کا پڑنواسہ ہے۔

احباب جماعت کی خدمت میں دعا کی عاجزانہ درخواست ہے کہ مولا کریم نومولود کو صحت وتندرستی والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ نیک اور خادم دین بنائے اور والدین کے لئے قرۃ العین ہو۔ آمین

اعلان کامیابی

- مکرم عباس شاہ۔ شارجہ سے تحریر کرتے ہیں:

خاکسار کے بیٹے عزیزم محمد عبداللہ شاہ نے 12 سال کی عمر میں Olevel کا بیالوجی کا امتحان اچھے گریڈز کے ساتھ پاس کرلیا ہے۔ اب وہ فزکس کے امتحان کی تیاری میں ہے۔ عزیزم، الحمد للہ وقف نو کی بابرکت تحریک میں بھی شامل ہے۔

قارئین الفضل سے بچے کی اعلیٰ کامیابی کے لئے دعاؤں کی درخواست ہے۔

ایک اندوہناک حادثہ میں وفات

مکرم ڈاکٹر مرزا نبیر احمد (ہارٹ اسپیشلسٹ) ابن مکرم کرنل (ر) نصیر احمد امریکہ میں ایک کار حادثہ میں وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی اہلیہ محترمہ شدید زخمی حالت میں ہسپتال میں داخل ہیں۔ مکرم ڈاکٹر صاحب موصوف 35 برس کے تھے۔ آپ ملواکی وسکانسن، امریکہ کے قائد مجلس خدام الاحمدیہ تھے اور نہایت مخلص اور مالی و وقت کی قربانی کرنے والے تھے۔ آپ ڈپٹی میاں شریف احمد مرحوم کے پوتے تھے۔

مرحوم موصی تھے اور مجلس خدام الاحمدیہ میں مختلف پوزیشنز میں لوکل، ریجنل اور نیشنل سطح پر خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ آپ کی بیگم نے ابھی حال ہی میں جاپان سے اپنے میاں کو فالو کیا تھا اور کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ نے اپنے پیچھے اپنی زخمی اہلیہ کے علاوہ والدین، دو بھائی اور ایک بہن یادگار چھوڑے ہیں۔ مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے اور پسماندگان کے صبر جمیل کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ نیز قارئین دعا کریں اللہ تعالیٰ اہلیہ محترمہ کو جلد کامل صحت عطا کرے آمین۔

(ایڈیٹر)

آج کی دعا

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ؕ لَہَا مَا کَسَبَتۡ وَ عَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِیۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَاۤ اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَہٗ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ۚ وَ اعۡفُ عَنَّا ٝ وَ اغۡفِرۡ لَنَا ٝ وَ ارۡحَمۡنَا ٝ اَنۡتَ مَوۡلٰٮنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۲۸۷﴾

(البقرہ: 287)

ترجمہ: اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ اس کے لئے ہے جو اس نے کمایا اور اس کا وبال بھی اسی پر ہے جو اس نے (بدی کا) اکتساب کیا۔ اے ہمارے ربّ! ہمارا مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے کوئی خطا ہو جائے۔ اور اے ہمارے ربّ! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا ہم سے پہلے لوگوں پر (ان کے گناہوں کے نتیجہ میں) تُو نے ڈالا۔ اور اے ہمارے ربّ! ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہو۔ اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم کر۔ تُو ہی ہمارا والی ہے۔ پس ہمیں کافر قوم کے مقابل پر نصرت عطا کر۔

یہ قرآنِ مجید کی اللہ کی پناہ میں آنے اور اس کے رحم اور بخشش کے حصول کی عظیم الشان بہت پیاری دعا ہے۔

سید ومولیٰ، خیر البشر، خاتم النبیین، پیارے رسول حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ

یعنی جس نے رات کے وقت سورۃ بقرہ کی دو آیات پڑھیں تو وہ دونوں آیات اس کے لئے کافی ہوگئیں۔

(بخاری، کتاب فضائل القرآن باب فضل سورۃ البقرۃ حدیث 5009)

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے اور اس کا رحم اور بخشش مانگنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا تو پھر ایمان میں یہ ترقی ہوتی ہے جو کافی ہوتی ہے اور عبادات اور نیک اعمال کی طرف پھر توجہ پیدا ہو گی۔ ورنہ اگر یہ خیال ہو کہ صرف آیات پڑھ لینا کافی ہے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمانے کے بعد کہ کسی نفس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالا جاتا پھر یہ کیوں کہا کہ لَہَا مَا کَسَبَتۡ وَ عَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ۔ یعنی انسان اگر اچھا کام کرے گا تو اس کا فائدہ اٹھائے گا اور اگر برا کام کرے گا تو نقصان اٹھائے گا۔

صرف آیت کے یا ان آیات کے الفاظ دوہرا لینے سے تو مقصد پورا نہیں ہوتا بلکہ یہاں توجہ اس طرف کروائی کہ اپنی عبادتوں اور اپنے اعمال پر ہر وقت نظر رکھنی پڑے گی اور جب یہ توجہ ہو گی تو اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر بھی اپنے بندے پر پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ کے بندے کی ایمان میں ترقی اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کر رہی ہو گی اور اس کی بخشش کا سامان کرے گی نہ کہ پھر جس طرح عیسائی کہتے ہیں اس کو کسی کفارے کی ضرورت ہو گی۔ پس روزانہ پھر جس طرح یہ آیت پڑھنے سے نیکیوں کے کمانے کی طرف توجہ رہے گی۔ ایک مومن رات کو جائزہ لے گا کہ کون کون سی نیکیاں مَیں نے کی ہیں اور کون کون سی برائیاں کی ہیں۔ پھر اگر نیکیوں کی زیادہ توفیق ملی ہو گی، اگر شام نے یہ گواہی دی ہو گی کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا تو شکر گزاری کے جذبے کے تحت ایک مومن پھر اللہ تعالیٰ کے حضور مزید جھکے گا اور ایک مومن کو کیونکہ نفس کے دھوکے کا بھی خیال رہتا ہے اس لئے وہ پھر خدا تعالیٰ سے یہ عرض کرتا ہے کہ اگر میرا جائزہ جو مَیں نے شام کو لیا ہے نفس کا دھوکہ ہے تو پھر بھی مجھ پر رحم کر اور بخش دے اور مجھے نیکیوں کی توفیق دے اور اگر کھلی برائیاں سارے دن کے اعمال میں نظر آ رہی ہیں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور بخشش اور رحم کے لئے ایک مومن جھکتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 16/ جنوری 2009ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: انصر رضا۔ واقفِ زندگی کینیڈا

فضل عمر سپورٹس ریلی۔ مجلس خدام الاحمدیہ کینیڈا

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجلس خدام الاحمدیہ کینیڈا کی فضل عمر sports ریلی کا آغاز 18 ستمبر بروز ہفتہ ہوا اور 19 ستمبر بروز اتوار اس sports ریلی کا کامیابی سے اختتام ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! اس sports ریلی میں حصہ لینے کے لئے پورے کینیڈا سے خدام بڑے جوش و جذبہ سے شامل ہوئے۔ اس ریلی میں volleyball کے علاوہ کبڈی اور رسہ کَشی کے matches کھیلے گئے۔ پروگرام کے مطابق اس میں 100m اور 400m دوڑیں بھی شامل کی گئی تھیں مگر وقت کی کمی کے باعث ان دوڑوں کو اس ریلی کا حصہ نہیں بنایا جا سکا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، دونوں دن موسم نہایت خوشگوار تھا اور احباب نے ان کھیلوں کو بہت enjoy کیا۔ خدام الاحمدیہ کی ٹیمز کے علاوہ، انصار اللہ کی طرف سے بھی دو ٹیمیں اس ریلی میں شامل ہوئیں۔ ان 2 دنوں کے دوران، قریباً 600 سے زائد احباب ان کھیلوں کو دیکھنے اور اسا میں شامل ہونے آئے۔ اسی طرح 70 سے زائد volunteers نے روزانہ 13 گھنٹے ڈیوٹی سرانجام دی اور اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں مدد کی۔ دونوں دن کھیلوں کے ساتھ ساتھ نماز کا خاص اہتمام کیا گیا تھا اور اس بات کی یقین دہانی کی جاتی رہی کہ کھلاڑی، منتظمین، معاونین سب ہی نماز لازمی پڑھیں۔ اسی طرح دور سے آنے والے خدام جو guest house میں رہائش پزیر تھے، انہیں صبح فجر کے لئے اٹھانے کا بھی انتظام کیا گیا اور زیارت مرکز کے تحت انہیں Peace Village کی سیر اور اس میں موجود عمارتوں کو تعارف اور tour کروایا گیا۔ ان کھیلوں کو دیکھنے اور خدام کے جوش اور ولولہ کو مظاہرہ کرنے Vaughan شہر کے تین councillors بھی تشریف لائے اور ان کھیلوں سے بہت ہی محظوظ ہوئے۔ اسی طرح ان کھیلوں کی یہاں کے دو لوکل اخبارات نے بھی خبر شائع کی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

اطفال الاحمدیہ نیشنل تعلیمی ریلی

اسی طرح اطفال الاحمدیہ کی نیشنل تعلیمی ریلی کا آغاز مؤرخہ 17 ستمبر بروز جمعہ سے ہوا اور مؤرخہ 19 ستمبر بروز اتوار، یہ اپنے اختتام کو پہنچی، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ یہ ریلی Zoom Platform پر virtually منعقد کی گئی۔ اس ریلی کا ایک مقصد اطفال میں بہترین اخلاق کو پیدا کرنا تھا اور ان تک قرآن، احادیث نبویہ، اقتباسات حضرت مسیح موعودؑ اور ارشادات خلفاء میں بیان کردہ تعلیمات کو پہنچانا تھا۔ اس مقصد کے لئے کینیڈا بھر سے مربیان کے ایک پینل نے نہایت interactive manner میں اطفال کی عمر اور ان کی understanding کے مطابق ان تعلیمات کو ان تک پہنچانے کی کوشش کی۔

علمی مقابلہ جات میں تلاوت، اذان، نظم، تقریر انگریزی، تقریر اردو اور تقریر فرنچ کے مقابلہ جات شامل تھے۔ اور اطفال کو عمر کے حساب سے 3 مختلف گروپس میں تقسیم کیا گیا تھا۔ دیانت، صداقت اور شجاعت۔ ان مقابلہ جات میں خدا کے فضل سے کُل 405 اطفال نے حصہ لیا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اس کے علاوہ اس علمی ریلی کو کامیاب بنانے کے لئے 30 کے قریب volunteers نے حصہ لیا جنہوں نے moderator اور judges کے فرائض سرانجام دیئے۔

ایک اور منفرد پہلو اس ریلی کا یہ بھی رکھا گیا کہ چھوٹی عمر سے ہی اطفال کی career counselling کی گئی اور انہیں جامعہ احمدیہ میں جانے، ڈاکٹر بننے اور اس جیسے 8 مختلف careers کے متعلق آگاہی دی گئی۔ اسی طرح اطفال میں خلافت سے محبت کے حوالے سے بھی ایک interactive presentation رکھی گئی۔ اس کے علاوہ امیر جماعت کینیڈا، ملک لال خان صاحب اور مربی شاہ رخ رضوان عابد صاحب کے ساتھ بھی اطفال کا ایک سوال و جواب کا پروگرام رکھا گیا جس میں اطفال نے دل کھول کر سوال پوچھے اور ان کے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

علمی مقابلہ جات کے علاوہ، جائے نماز بنانا، فٹ بال دیر تک ہوا میں رکھنا، basketball dunks اور اسی طرح کے بعض دیگر مقابلہ جات کو بھی اس ریلی کا حصہ بنایا گیا تھا جہاں اطفال video submission کے ذریعے حصہ لے سکتے تھے۔ پروگرام کے اس حصہ کو بھی بہت سراہا گیا اور اطفال نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا اور اپنے ساتھی اطفال کو دیکھ کر لطف اندوز ہوئے۔

ان دونوں پروگراموں کے موقع پر خدام اور اطفال دونوں کو اپنے آقا کا خطاب براہ راست سننے کا موقع ملا ہے۔ اختتامی خطاب کے دوران بھی پیارے آقا کے پیغام کو ہی خدام تک پہنچایا گیا کہ خدام اپنی ذمہ داری کو پہچانیں اور اپنی اصلاح کی طرف خاص توجہ دیں۔ اسی طرح صلاۃ کے لئے salathub.co.uk کی جو website پیارے آقا نے آج launch کی ہے، اس کا پیغام بھی اطفال تک پہنچایا گیا اور صلاۃ پر ایک quiz کا بھی انتظام کیا گیا۔

اطفال سے بعد میں پیارے آقا کے خطاب سے لی گئی ہدایات پر quiz بھی تیار کی گئی اور پہلی positions حاصل کرنے والے اطفال کو اس پر انعامات بھی دیئے گئے۔ ریلی کے اختتام پر اطفال کے لئے scavenger hunt کا بھی انتظام کیا گیا جس میں انہوں نے مختلف اشیاء گھر سے ڈھونڈنی تھی۔ اور smartest طفل کا بھی انتظام کیا گیا۔ اطفال نے ان تمام پروگراموں کو بھی بہت enjoy کیا اور بڑی دلچسپی سے ان میں حصہ لیا۔ ریلی کے دوران بھی اور اس کے بعد بھی کئی والدین نے بھی اپنے تاثرات کا اظہار کیا اور اس ریلی کے حوالے سے بچوں کے مثبت تاثرات بھی ہم تک پہنچائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

قارئین الفضل سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان ادنیٰ کاوشوں میں برکت ڈالے، ہمیں بہترین پروگرام بنانے کی توفیق عطا فرمائے اور ان پروگراموں کے بہترین نتائج سامنے لائے، ہمیں اپنے آقا کی خواہشات کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم خلیفۃ المسیح کی آنکھوں کی ٹھنڈک بننے والے ہوں۔ ان دونوں پروگراموں کے شاملین، معاونین اور منتظمین کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور جیسا کہ ان دنوں میں ایک بڑی تعداد میں افراد یہاں جمع تھے، خدا تعالیٰ ہم سب کو اس متعدی بیماری سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔

چھوٹی مگر سبق آموزبات

صدقہ اور ہدیہ میں فرق

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’صدقہ میں ردِّ بلا ملحوظ ہوتی ہے اور یہ صِدْق سے نکلا ہے کیونکہ اس کے عملدر آمد میں انسان اللہ تعالیٰ کو صدق و صفا دکھلاتا ہے اور میرا خیال ہے کہ ہدیہ ہدایت سے نکلا ہو کہ آپس میں محبت بڑھے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 78)

مرسلہ: مدیحہ مصوّر کاہلوں۔ ریجائنا، کینیڈا

	22 اکتوبر 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	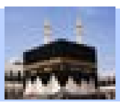	05:02	17:51
مدینہ منورہ	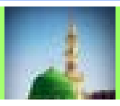	05:04	17:49
قادیان	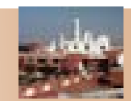	05:15	17:49
ربوہ		04:55	17:28
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:09	17:55